REGISTERED WITH THE REGISTRAR OF NEWSPAPERS FOR INDIA AT NO. R.N. 61/57.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم — وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

POSTAL REGISTRATION NO. P/GDP-23.

جلد ۴۱ — شمارہ ۴۹

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ

ہفت روزہ بدر قادیان

ایڈیٹر:- منیر احمد خادم

نائبین:- قریشی محمد فضل اللہ، محمد نسیم خان

شرحِ چندہ
سالانہ ۱۰۰ روپے
بیرونی ممالک:-
بذریعہ ہوائی ڈاک:-
۲۰ پاؤنڈ یا ۴۰ ڈالر امریکن
بذریعہ بحری ڈاک:-
دس پاؤنڈ یا ۲۰

THE WEEKLY "BADR" QADIAN-143516

ہفت روزہ بدر قادیان ۱۹۹۲-۱۲-۳

۸ جمادی الثانی ۱۴۱۳ ہجری — ۳ فتح ۱۳۷۱ ہش — ۳ دسمبر ۱۹۹۲ء

اخبارِ احمدیہ

لندن ۲۷ نومبر۔ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے بخیروعافیت ہیں۔ الحمدللہ۔

آج مسجد فضل لنڈن سے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ جمعہ ارشاد فرماتے ہوئے اپنے گذشتہ خطباتِ جمعہ کے تسلسل میں صفت امانت و دیانت کا ذکر کرتے ہوئے سورۃ الانفال کی آیت نمبر ۲۸ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ کی تلاوت فرمائی۔ اس خطبہ جمعہ میں حضور پر نور نے خاص طور پر مذہبی امانتوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ مذہبی امانت سب سے پہلے خدا کے نبی کے سپرد ہوتی ہے۔ پھر نبی کے خلفاء اس ذمہ داری کو سنبھالتے ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ خلیفہ اور جماعت ایک دوسرے کے تقویٰ کی تصویر ہوتے ہیں۔ جماعت کا فرض ہے کہ وہ خلیفہ کے لئے دعا کرے کہ خدا اُسے امانت کا حق ادا کرنے کی توفیق بخشے اور اپنے عملی نمونہ سے اس کی تائید کرے۔

اپنے خطبہ کو جاری رکھتے ہوئے جو مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ M.T.A. پر دنیا کے لاکھوں لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے حضور نے فرمایا کہ نبی اور خلیفہ کے بعد تیسرے نمبر پر مذہبی امانت کے ذمہ دار وہ امراء ہیں جن کو ان کے علاقے کے لوگوں نے امین سمجھ کر منتخب کیا اور خلیفۂ وقت نے اس کی منظوری دی۔ ایسے لوگوں کو جنہیں خدا کے خلیفہ کی منظوری حاصل ہو جائے اپنی مذہبی امانتوں کو تقویٰ اور خدا ترسی سے ادا کرنا چاہیئے۔ اگر ساری جماعت اور خصوصاً عہدیداران اس حد تک امین بن جائیں جس طرح خدا کے رسول حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تو جماعت کی ترقی بہت تیزی سے ہو سکتی ہے۔

اپنے بصیرت افروز خطبہ جمعہ میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مثال دیتے ہوئے فرمایا کہ گزشتہ آٹھ سال میں اس کثرت سے جماعت احمدیہ کی طرف سے اسلامی لٹریچر مختلف زبانوں میں شائع ہوا ہے کہ گزشتہ سو سال میں جس کی نظیر نہیں ملتی۔ حضور نے سیکرٹریانِ اشاعت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر مستحقین تک یہ لٹریچر نہ پہنچے تو اس غفلت کا ذمہ دار وہ شخص ہے جس کے سپرد اشاعت کا کام ہے۔ اس ضمن میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے سیکرٹریانِ اشاعت کی ذمہ داری پر تفصیل سے روشنی ڈالی اور انہیں نصیحت فرمائی کہ وہ اس امانت کے حق کو ادا کریں جو انہیں سونپی گئی ہے۔ عمومی طور پر حضور نے تمام عہدیداران کو نصیحت فرمائی کہ وہ اپنے مفوضہ امور کو نہایت امانت اور دیانت کے ساتھ ادا کریں اور اس کے ساتھ تہجد کی نماز میں خدا تعالیٰ سے دعا کریں کہ جو بوجھ تو نے ڈالا ہے اس کو اُٹھانے کی توفیق عطا فرما۔

احباب جماعت پیارے آقا کی صحت وسلامتی، درازیٔ عمر، معجزانہ فائز المرامی اور خصوصی حفاظت کے لئے دعائیں کرتے رہیں۔

جلسہ سالانہ کی عظمت، اہمیت اور عظیم الشان اغراض و مقاصد

ارشاداتِ عالیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

"تمام مخلصین داخلین سلسلہ بیعت اس عاجز پر ظاہر ہو کہ بیعت کرنے سے غرض یہ ہے کہ تا دنیا کی محبت ٹھنڈی ہو اور اپنے مولیٰ کریم کی محبت دل پر غالب آجائے اور ایسی حالت انقطاع پیدا ہو جائے جس سے سفر آخرت مکروہ معلوم نہ ہو لیکن اس غرض کے حصول کے لئے صحبت میں رہنا اور ایک حصہ اپنی عمر کا اس راہ میں خرچ کرنا ضروری ہے تا اگر خدا تعالیٰ چاہے تو کسی برہان یقینی کے مشاہدہ سے کمزوری اور ضعف اور کسل دور ہو اور یقین کامل ہو کر ذوق و شوق پیدا ہو جائے۔ سو اس بات کے لئے ہمیشہ فکر رکھنا چاہیئے اور دعا کرنی چاہیئے کہ خدا تعالیٰ یہ توفیق بخشے۔ اور جب تک یہ توفیق حاصل نہ ہو کبھی کبھی ضرور ملنا چاہیئے۔ کیونکہ سلسلہ بیعت میں داخل ہو کر پھر ملاقات کی پروا نہ رکھنا ایسی بیعت سراسر بے برکت اور صرف ایک رسم کے طور پر ہوگی۔ اور چونکہ ہر ایک کے لئے باعث ضعفِ فطرت یا کمیٔ مقدرت یا بُعدِ مسافت یہ میسر نہیں آسکتا کہ وہ صحبت میں آکر رہے یا چند دفعہ سال میں تکلیف اُٹھا کر ملاقات کے لئے آوے۔ کیونکہ اکثر دلوں میں ابھی ایسا اشتعالِ شوق نہیں کہ ملاقات کے لئے بڑی بڑی تکالیف اور بڑے بڑے حرجوں کو اپنے اُوپر روا رکھ سکیں لہذا قرینِ مصلحت معلوم ہوتا ہے کہ سال میں چند روز ایسے جلسہ کے لئے مقرر کئے جائیں جس میں تمام مخلصین اگر خدا تعالیٰ چاہے بشرطِ صحت و فرصت اور عدم موانع تاریخ مقررہ پر حاضر ہو سکیں تو حتی الوسع تمام دوستوں کو محض لِلّٰہ ربانی باتوں کو سننے اور دعا میں شریک ہونے کے لئے اس تاریخ پر آجانا چاہیئے۔"

"اس جلسہ میں ایسے حقائق و معارف سنانے کا شغل رہے گا جو ایمان اور معرفت کو ترقی دینے کے لئے ضروری ہیں۔"

"نیز اُن دوستوں کے لئے خاص دعائیں اور خاص توجہ ہوگی۔ اور حتی الوسع بارگاہِ ارحم الراحمین کوشش کی جائے گی کہ خدا تعالیٰ اپنی طرف ان کو کھینچے اور اپنے لئے قبول کرے۔ اور پاک تبدیلی ان میں بخشے۔"

"جو بھائی اس عرصہ میں سرائے فانی سے انتقال کر جائے گا اس جلسہ میں اس کے لئے مغفرت کی دعا کی جائے گی۔"

"اس جلسہ کو معمولی جلسوں کی طرح خیال نہ کریں۔ یہ وہ امر ہے جس کی خالص تائیدِ حق اور اعلائے کلمۂ اسلام پر بنیاد ہے۔ اس جلسہ کی بنیادی اینٹ خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے رکھی ہے اور اس کے لئے قومیں تیار کی ہیں جو عنقریب اس میں آملیں گی کیونکہ یہ اُس قادر کا فعل ہے جس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں۔"

(اشتہار ۷ دسمبر ۱۸۹۲ء)

"لازم ہے کہ اس جلسہ پر جو کئی بابرکت مصالح پر مشتمل ہے ہر ایک ایسے صاحب ضرور تشریف لاویں جو زادِ راہ کی استطاعت رکھتے ہوں۔ اور اللہ اور اس کے رسول کی راہ میں ادنے ادنے حرجوں کی پروا نہ کریں۔ خدا تعالیٰ مخلصوں کو ہر قدم پر ثواب دیتا ہے اور اس کی راہ میں کوئی محنت اور صعوبت ضائع نہیں جاتی۔"

(اشتہار ۷ دسمبر ۱۸۹۲ء)

منیر احمد حافظ آبادی ایم۔اے پرنٹر و پبلشر نے فضلِ عمر پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائیٹر:- نگران بورڈ بدر قادیان۔

اَشْہَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ
ہفت روزہ بدر قادیان
مورخہ ۳ فتح ۱۳۷۱ ہش

بنگلہ دیش بد قسمتی کی راہ پر

تعصب اور کٹرپن کے اژدہا نے بالآخر بنگلہ دیش کو بھی گرفت میں لے کر اپنا زہریلا اثر وہاں پھیلانا شروع کر دیا ہے۔ ملکی اور غیر ملکی اخبارات میں شائع شدہ خبروں کے مطابق بنگلہ دیش کی راجدھانی ڈھاکہ میں جماعتِ احمدیہ کا مشن انہی تعصب اور جنونیت کا شکار ہو چکا ہے۔ مشن ہاؤس کی تمام عمارات کو خاکستر کر دیا گیا ہے۔ قیمتی فرنیچر کو توڑا پھوڑا گیا۔ قرآنِ مجید اور دیگر اسلامی لٹریچر کی بے حرمتی کی گئی۔ مشن ہاؤس اور مسجد میں موجود افرادِ جماعت کو مارا پیٹا گیا، زخمی کیا گیا۔ اور ہر طرح سے نقصان پہنچانے کی کوشش کی گئی۔ بالآخر "خادمِ اسلام" ملاؤں کا یہ جلوس اس متشددانہ کارروائی کے بعد بنگلہ دیش کی پارلیمنٹ میں گیا اور وہاں سپیکر کو ایک قرارداد پیش کی جس میں کہا گیا ہے کہ "قادیانیوں" کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔

اس میں شک نہیں کہ تعصب اور کٹرپن بالکل چھوت کی بیماری کی طرح پھیلتے ہیں اور اگر یہی تعصب مذہبی دنیا میں رونما ہو تو اس کی جڑیں کینسر کے موذی مرض کی طرح انسانی معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہیں۔ اب یہی موذی مرض پاکستان سے نکل کر بنگلہ دیش میں پھیل گیا ہے۔ جہاں ڈھاکہ میں بالکل پاکستان کی طرح کا ڈرامہ پہلے سے تیار شدہ منصوبے کے مطابق دہرایا گیا ہے۔ چنانچہ پاکستان ہی کی طرح یہاں پر بھی اسلام کے نام پر مولوی اکٹھے ہوئے۔ "اسلام خطرے میں ہے" کا نعرہ لگا کر مسجد، مشن ہاؤس، معصوم احمدی احباب اور دیگر ساز و سامان کو نقصان پہنچا کر بھی جب دل ٹھنڈے نہ ہوئے تو حکومت سے یہ التجا کی کہ جب تک احمدیوں کو غیر مسلم اقلیت نہ قرار دیا جائے یہ "خدمتِ اسلام" اپنی تکمیل تک نہیں پہنچ سکتی ——!

اس بات میں کسی طرح کے شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ ڈھاکہ کا یہ ڈرامہ پاکستانی ملاؤں کی سازش اور مذموم مشوروں کے نتیجہ میں منظرِ عام پر آیا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ بنگلہ دیش کی حکومت اور وہاں کے امن و امان قائم رکھنے والے ادارے آئندہ کیا طرزِ عمل اپناتے ہیں۔ قوی امکان اس بات کا ہے کہ بنگلہ دیش کی حکومت بھی اس مذموم حرکت میں ملاؤں کے ساتھ ملوث ہے۔ لیکن بنگلہ دیش کے با اختیار حکام کو پاکستان کے حکام سے ضرور سبق سیکھنا چاہیئے۔ پاکستان کے پھانسی کی سزا پانے والے وزیرِ اعظم مسٹر بھٹو جنہوں نے ملاؤں کے حکم پر اپنے دورِ اقتدار میں احمدیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا اُس وقت تک نہیں مرے جب تک انہی ملاؤں نے ایک اور حاکمِ وقت ضیاء کے کہنے پر انہیں کافر نہیں قرار دیا۔ پھر ضیاء الحق جنہوں نے اپنے ظالمانہ دورِ اقتدار میں احمدیوں کو طرح طرح سے ستایا، ہوائی حادثہ کے نتیجہ میں ایسی ذلت کی موت مرے کہ ان کے ورثاء کو دفن کرنے کے لیئے بھی شاید مشکل سے ان کے جسم کا کوئی ٹکڑا ملا ہو۔ اور پھر انجام کار "فرعونِ زمانہ" کا خطاب ملا۔ یہی حال بے نظیر کا ہوا۔ جن ملاؤں کو انہوں نے اپنے حریف نواز شریف کے خلاف استعمال کیا تھا وہی ملاں بعد میں بے نظیر کو کافر کہنے لگے۔ پس ان ملاؤں کا دین ہے نہ ایمان۔ ان کے دیئے ہوئے کڑوے پھل آج پاکستان کا سیاستدان کھا رہا ہے اور باوجود چاہنے کے بھی اب ان کے چنگل سے آزادی حاصل کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔

پاکستان کی اس بھیانک سیاسی تاریخ سے بنگلہ دیش کے باہوش حکمرانوں کو ضرور سبق سیکھنا چاہیئے۔ یہی موقع ہے اگر اس کو ضائع کر دیا اور ملاں کو سیاست کا مالک بنا دیا تو پھر ہمیشہ ہمیش کے لئے بنگلہ دیش کا سیاسی و جمہوری مستقبل تاریکی کے پردوں میں چھپ جائے گا۔ اور اگر ملائیت کی جڑیں پاکستان کی طرح کہیں بنگلہ دیش میں بھی گہری ہو گئیں تو بنگلہ دیش کی حکومت کو بھی ملاؤں کے پنجوں سے جان چھڑانی مشکل ہو جائے گی۔ لہذا بنگلہ دیش کی حکومت کو فوری سنبھلنا چاہیئے۔ اُن کے مجاہدینِ آزادی نے بے انتہا قربانیاں دے کر جو آزادی حاصل کی ہے، اس کی قدر کرنی چاہیئے۔ اور اس معاملہ میں دُور اندیشی اور سمجھداری کا ثبوت دیتے ہوئے پاکستان کی اندھی تقلید سے گریز کرنا چاہیئے۔ نیز اس بات کو اچھی طرح یاد رکھنا چاہیئے کہ مذہب اور عقیدت کا معاملہ ہر ایک کا اپنا ہے۔ اس معاملہ میں ہر ایک کو آزاد چھوڑ دینا چاہیئے۔ بنگلہ دیش کی غریب حکومت کا یہ کام نہیں ہے کہ مذہبی اور فرقہ وارانہ جھگڑوں میں پڑ کر اپنا قیمتی وقت ضائع کرے۔ اُسے تو اپنے غریب اور معصوم عوام کے لیئے ابھی بہت کچھ کرنا ہے۔ غریبی اور بھوک کی لعنت سے چھٹکارا حاصل کرنا ہے۔ تعلیم کی روشنی پھیلانی ہے۔ اپنے عوام کو زندگی کی بنیادی سہولتیں مہیا کرنی ہیں۔ لیکن اگر اس نے پاکستانی مولویوں کے بہکاوے میں آکر اپنے فرائض سے کوتاہی کی اور تعصب اور کٹرپن کے بھیانک اور زہریلے سانپ کو اپنی گود میں جگہ دی تو اس بدقسمتی کا انجام اس کے حق میں پاکستان سے بھی بدتر ہوگا ——!!

(منیر احمد خادم)

میں وہ درخت ہوں جس کو مالکِ حقیقی نے اپنے ہاتھ سے لگایا ہے!

کلماتِ طیبات سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام

"یہ ان لوگوں کی غلطی ہے اور سراسر بدقسمتی ہے کہ میری تباہی چاہتے ہیں۔ میں وہ درخت ہوں جس کو مالکِ حقیقی نے اپنے ہاتھ سے لگایا ہے جو شخص مجھے کاٹنا چاہتا ہے اس کا نتیجہ بجز اس کے کچھ نہیں کہ وہ قارون اور یہودا اسکریوطی اور ابوجہل کے نصیب سے کچھ حصہ لینا چاہتا ہے ..... اے لوگو! تم یقیناً سمجھ لو کہ میرے ساتھ وہ ہاتھ ہے جو اخیر وقت تک مجھ سے وفا کرے گا۔ اگر تمہارے مرد اور تمہاری عورتیں اور تمہارے جوان اور تمہارے بوڑھے اور تمہارے چھوٹے اور تمہارے بڑے سب مل کر میرے ہلاک کرنے کے لیئے دعائیں کریں یہاں تک کہ سجدے کرتے کرتے ناک گل جائیں اور ہاتھ شل ہو جائیں تب بھی خدا ہرگز تمہاری دعا نہیں سُنے گا اور نہیں رُکے گا جب تک وہ اپنے کام کو پورا نہ کرے۔ اور اگر انسانوں میں سے ایک بھی میرے ساتھ نہ ہو تو خدا کے فرشتے میرے ساتھ ہوں گے۔ اور اگر تم گواہی کو چھپاؤ تو قریب ہے کہ پتھر میرے لیے گواہی دیں۔ پس اپنی جانوں پر ظلم مت کرو۔ کاذبوں کے منہ اور ہیں اور صادقوں کے اور۔ خدا کسی امر کو بغیر فیصلہ کے نہیں چھوڑتا۔ میں اس زندگی پر لعنت بھیجتا ہوں جو جھوٹ اور افتراء کے ساتھ ہو۔ اور نیز اس حالت پر بھی کہ مخلوق سے ڈر کر خالق کے امر سے کنارہ کشی کی جائے۔ وہ خدمت جو عین وقت پر خداوند قدیر نے میرے سپرد کی ہے اور اسی کے لئے مجھے پیدا کیا ہے، ہرگز ممکن نہیں کہ میں اس میں سُستی کروں۔ اگرچہ آفتاب ایک طرف سے اور زمین ایک طرف سے باہم مل کر مجھے کچلنا چاہیں۔ انسان کیا ہے محض ایک کیڑا۔ اور بشر کیا ہے محض ایک مضغہ۔ پس کیونکر حیّ و قیّوم کے حکم کو ایک کیڑے یا ایک مضغہ کے لئے ٹال دوں۔ جس طرح خدا نے پہلے ماموریں اور مکذبین میں آخر ایک دن فیصلہ کر دیا اسی طرح وہ اس وقت بھی فیصلہ کرے گا۔ خدا کے ماموریں کے آنے کے لئے بھی ایک موسم ہوتا ہے اور پھر جانے کے لئے بھی ایک موسم۔ پس یقیناً سمجھو کہ میں نہ بے موسم آیا ہوں اور نہ بے موسم جاؤں گا۔ خدا سے مت لڑو۔ یہ تمہارا کام نہیں کہ مجھے تباہ کر دو۔"

(اربعین نمبر ۳ صفحہ ۵۱، ۵۲)

درخواستِ دعا

اسیرانِ راہِ مولیٰ کی باعزت رہائی، اُن کی اور اُن کے لواحقین کی مشکلات کی دُوری کے لئے احبابِ جماعت دردِ دل سے دُعائیں کرتے رہیں۔

(ادارہ)

خطبہ جمعہ

وہ لوگ جو قبولیتِ دعا کے بعد اُس کا شکر ادا کرنا جانتے ہیں انکی دعائیں اللہ تعالیٰ زیادہ سنتا ہے

ملکہ سبا، حضرت موسیٰ، حضرت لوط، حضرت ابراہیم، حضرت سلیمان علیہم السلام کی قرآنی دعاؤں کا ایمان افروز تذکرہ اور پُر معرفت تفسیر

خطبۂ جمعہ ۳۱ ہجرت (مئی) ۱۳۷۰ ہش / ۱۹۹۱ء کے تسلسل میں

(شمالی امریکہ)

از سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ ۱۴ احسان (جون) ۱۳۷۰ ہش / ۱۹۹۱ء بمقام مسجد بیت الاول گوئٹے مالا

تشہد و تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:۔
آج کا یہ خطبہ میں مسجد بیت الاوّل گوئٹے مالا سے دے رہا ہوں جیسا کہ احبابِ جماعت کو علم ہے کہ ایک لمبے عرصہ سے

قرآنی دعاؤں کے مضمون پر خطبات کا سلسلہ

جاری ہے صرف گزشتہ خطبہ اس میں استثنا کرنا پڑا کیونکہ یہ خطبہ ٹرینیڈاڈ (TRINIDAD) میں آیا اور ٹرینیڈاڈ کی جماعت میں کوئی بھی اردو نہیں جانتا اس لئے جماعت کی خواہش یہ تھی کہ چونکہ تاریخ میں پہلی دفعہ ہمیں موقع ملا ہے کہ ہم آپ سے براہ راست بات سن سکیں اس لئے ہماری خاطر اس دفعہ استثنا کر دیں اور ہمیں مخاطب کرتے ہوئے ہمارے مسائل کو پیشِ نظر رکھ کر خطبہ دیں۔ چنانچہ ان کی اس خواہش کے احترام میں میں نے ایسا ہی کیا۔ پس اس سلسلۂ مضمون کا یہ خطبہ اسی طرح جاری ہے جس طرح پہلے تھا۔ اور بیچ کا جو خطبہ تھا۔ وہ وقفہ شمار ہونا چاہیئے یہ دعا جو میں اب پڑھ کر سنانے لگا ہوں۔ سورہ نمل کی آیت ۴۵ سے لی ہے اس میں

ملکہ سبا جس کا نام بلقیس بیان کیا جاتا ہے اس نے یہ دعا کی

کہ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ وَاَسْلَمْتُ مَعَ سُلَیْمَانَ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ۝ (سورۂ نمل آیت ۴۵)

کہ اے میرے رب میں نے اپنی جان پر ظلم کیا اور میں آج سلیمان کے ساتھ اس کے رب پر ایمان لاتی ہوں اس سے پہلے جب ملکہ بلقیس حضرت سلیمان ؑ کے پاس حاضر ہوئی تھی تو اس نے یہ کہا تھا کہ ہم نے تو جب پیغام سنا تھا اسی وقت ہی مسلمان ہو گئے تھے۔ تعجب یہ ہے کہ پھر دوبارہ اسلام لانے کا کیا مطلب ہے۔ اصل واقعہ یہ ہے کہ حضرت سلیمان ؑ سمجھتے تھے کہ ایک منہ کی بات ہے حقیقت میں ان کو ابھی اسلام کا علم نہیں۔ اسلام لانے اور اسلام میں ترقی کرنے میں ایک فرق ہے۔ پس حضرت سلیمان نے اس کا ایک امتحان لیا اور امتحان ہی نہیں بلکہ اس امتحان کے ذریعہ ایک پیغام دیا آپ نے اسے ایک ایسے کمرے میں ملاقات کا وقت دیا جس کا فرش شیشے سے جڑا ہوا تھا اور دیکھنے والے کو دھوکہ لگتا تھا کہ یہ پانی ہے شیشہ نہیں ہے۔ چنانچہ ملکہ جب اس میں داخل ہوئی تو اس نے اپنے کپڑے بے اختیار اسی طرح سمیٹ لئے جس طرح پانی میں داخل ہوتے وقت ہر انسان طبعاً اپنے کپڑے سمیٹتا ہے۔ اس پر جب اس کو احساس ہوا کہ کیا غلطی ہوئی ہے۔ تو پھر وہ سمجھی کہ در اصل مجھے یہ پیغام ہے کہ یہ جو ظاہری چمک ہے یہ کوئی حقیقت نہیں رکھتی اس کے پیچھے ایک اور پیغام ہے اور وہ خدا تعالیٰ ہے پس صنعت کی چمک دمک سے دھوکہ نہیں کھانا چاہیئے جب یہ پیغام اس کو ملا تو در حقیقت وہ توحید کی دوبارہ قائل ہوئی ہے اور دل کی گہرائی سے قائل ہوئی ہے۔ چنانچہ اس واقعہ کے معاً بعد اس نے یہ اظہار کیا ہے۔ اس سے پہلی آیت میں یہ ہے کہ۔

فَلَمَّا رَاَتْہُ حَسِبَتْہُ لُجَّۃً وَّکَشَفَتْ عَنْ سَاقَیْھَا ؕ قَالَ اِنَّہٗ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِیْرَ ؕ

جب وہ کمرے میں داخل ہوئی تو وہ سمجھی کہ یہ ایک چمکتا ہوا شفاف پانی ہے وَکَشَفَتْ عَنْ سَاقَیْھَا: اس نے اپنے پائنچے کو اُٹھایا یہاں تک کہ اس کی پنڈلیاں ننگی ہو گئیں۔ قَالَ اِنَّہٗ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ: اس پر حضرت سُلیمان ؑ نے فرمایا کہ یہ تو جڑاؤ شیشہ ہے اس سے زیادہ اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ مِنْ قَوَارِیْرَ: شیشے کے جڑاؤ ٹکڑوں سے بنا ہوا ہے۔ تب اس نے دعا کی: قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ: اے میرے رب! میں نے اپنی جان پر ظلم کیا۔ یہاں ظلم کے معنیٰ دو طرح ہیں ایک تو ظلم اور شرک کو قرآن مجید نے ہم معنیٰ قرار دیا ہے اور چونکہ وہ مشرک قوم سے تعلق رکھتی تھی اور حقیقت میں اب اس کو توحید کا سچا علم ہوا تھا اس لئے "ظَلَمْتُ" کے معنیٰ یہ ہیں کہ اس سے پہلے میں مشرکانہ زندگی بسر کرتی تھی میں اس سے توبہ کرتی ہوں۔ دوسرے ظاہر داری کی باتوں میں یا محض دوسرے کو خوش کرنے کے لئے یہ کہنا کہ ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ یہ بھی ایک ظلم ہوا کرتا ہے تو وہ سمجھ گئی کہ حضرت سلیمان کو اب میری حقیقت کا علم ہو چکا ہے آپ جانتے ہیں کہ ابھی میں نے تسلیم و رضا کی راہیں طے کرنی ہیں اس لئے اس سے پہلے جو میں نے حضرت سلیمان پر یہ اثر ڈالا تھا کہ گویا میں تو پیغام سنتے ہی مسلمان ہو گئی تھی یہ مجھ سے غلطی ہوئی اور میں اس سے توبہ کرتی ہوں وَاَسْلَمْتُ مَعَ سُلَیْمَانَ: اور اس دفعہ اس نے بہت ہی عمدہ الفاظ میں اپنے ایمان کو بہت اعلیٰ رنگ میں پیش کیا ہے کہ اب جو میرا ایمان ہے وہ وہی ہے جو سُلیمان کا ہے اور جیسا کہ سُلیمان کے ایمان میں کوئی رخنہ نہیں ہے، کوئی گدلا پن نہیں ہے، اسی طرح اب اے میرے خدا تو میرے ایمان کو بھی قبول فرمائے۔ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ: جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ پس یہ دعا بھی انسان کو بعض مواقع پر کام دیتی ہے۔ کئی قسم کے ظلم انسان کرتا ہے۔ اگرچہ آجکل ویسا شرک تو نہیں جیسے پرانے زمانوں میں پایا جاتا تھا یا اب بھی بعض جگہوں میں پایا جاتا ہے لیکن بسا اوقات انسان اپنے نفس کو معبود بنا لیتا ہے، اپنی خواہشوں کو معبود بنا لیتا ہے جیسا کہ قرآن کریم نے فرمایا تو ہر ایسے موقعہ پر جبکہ سہواً کبھی غلطی ہو انسان کو ایسی دعا کرنی چاہیئے جس کا تعلق شرک سے سچی توبہ اور حقیقتِ اسلام کو پا لینے سے ہے۔

ایک دعا حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی

ہے۔ یہ سورۃ القصص آیت ۱۷ سے لی گئی ہے وہ عرض کرتے ہیں: رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْ لِیْ: اے میرے رب! میں نے اپنی جان پر ظلم کیا۔ پس مجھے بخش دے۔ یہاں ظلم کا معنیٰ وہ نہیں ہے جو اس سے پہلے گزر چکا ہے۔ یہاں ظلم سے مراد ایک ایسا واقعہ ہے جس میں

حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام معصومانہ ملوث ہو گئے تھے۔ پس جب ایک عام انسان ظلم کا لفظ استعمال کرتا ہے تو اس کے معانی زیادہ گہرے ہوتے ہیں۔ بعض دفعہ واقعۃً اس سے بڑا ظلم سرزد ہوا ہوتا ہے لیکن اگر ایک نبی یا ولی خدا تعالیٰ کے سامنے عاجزی سے یہ کہتا ہے کہ میں نے ظلم کیا تو اسے ان معنوں میں نہیں لینا چاہیئے۔ مثلاً ملکہ سبا کا ظلم ابھی گزر رہا ہے وہ واقعی ایک مشرکہ تھی۔ اس نے شرک سے توبہ کی تھی اس سے جو پہلا فعل سرزد ہوا تھا۔ وہ بھی اس کے نزدیک ایک ظلم تھا اور واقعۃً ظلم تھا لیکن حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام جس ظلم سے توبہ کر رہے ہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ آپ نے ایک ہم قوم کو ایک ظالم قوم کے ہاتھوں مار کھاتے ہوئے دیکھا تو اس کی مدد کے لئے آگے بڑھے۔ آپ یہ سمجھتے تھے کہ یہ شخص مظلوم ہے۔ اور طاقتور قوم کا فرد اس پر ظلم کر رہا ہے کیونکہ آپ بہت طاقتور تھے۔ آپ نے جب اس کو مکّہ مارا تو ایسی جگہ لگ گیا مثلاً بعض دفعہ کنپٹی پر لگ جاتا ہے۔ یا کسی اور نازک جگہ پر کہ اس سے انسان کی جان بھی نکل جاتی ہے تو قرآن کریم کے بیان کے مطابق حضرت موسیٰ نے جب مکّہ مارا تو اس کا وقت آگیا تھا اس نے دم توڑ دیا اور اس وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ڈرتے رہے اور توبہ کرتے رہے چنانچہ آپ نے عرض کیا رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْ لِیْ: اے میرے رب میں نے اپنی جان پر ظلم کیا پس مجھے بخش دے۔ فَغَفَرَ لَهٗ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ○ اللہ تعالیٰ نے یقیناً اس کو بخش دیا اور وہ بہت ہی بخشنے والا اور بار بار رحم فرمانے والا ہے۔ اس کے بعد حضرت موسیٰ نے ایک عرض کی قَالَ رَبِّ بِمَآ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ فَلَنْ اَكُوْنَ ظَهِيْرًا لِّلْمُجْرِمِيْنَ (القصص: ۱۸)

اے میرے رب: تو نے چونکہ مجھ پر انعام فرمایا ہے بخشش کا سلوک فرمایا ہے۔ پس مجھ پر شکر واجب ہے۔ اور میں یہ اقرار کرتا ہوں کہ آج کے بعد کبھی مجرموں کی مدد نہیں کروں گا۔

اس میں ہر دعا کرنے والے کے لئے ایک پیغام ہے۔ ہم جب دعا کرتے ہیں تو بسا اوقات یہ سوچتے ہیں کہ فلاں کی دعا قبول ہو گئی ہماری نہیں ہوئی حالانکہ دعا کی قبولیت میں بھی ایک بہت ہی لطیف نظام عدل جاری ہے وہ لوگ جو قبولیت دعا کے بعد اس کا شکر ادا کرنا جانتے ہیں دعا کی قبولیت کے بعد ان پر جو تقاضے عائد ہوتے ہیں۔ ان کا حق ادا کرنا جانتے ہیں ان کی دعائیں اللہ تعالیٰ زیادہ سنتا ہے۔ لیکن ضروری نہیں کہ صرف انہیں کی دعائیں سنی جائیں۔ بعض دفعہ یہ جانتے ہوئے بھی کہ ایک شخص جس گناہ میں ملوث ہے پھر ہوگا پھر ہوگا۔ اور پھر ہوگا۔ پھر بھی بخشتا چلا جاتا ہے یہ تو اس کی مغفرت کے ساتھ تعلق رکھنے والی بات ہے۔ لیکن اگر آپ دعا کی قبولیت کا راز سمجھنا چاہیں یعنی وہ معاملہ جو خدا اور انبیاء کے درمیان ہوتا ہے تو وہاں اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ خاص رحمت کا سلوک اس لئے فرماتا ہے۔ ان کی دعائیں بہت زیادہ قبول کرتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ یہ ناشکرے نہیں ہیں میری طرف سے ہر احسان کے بعد یہ پہلے کی نسبت احسان کا بہت زیادہ بخشش مانگنے کے ذریعے بدلہ اتارنے کی کوشش کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کے احسان کے مقابل پر تو احسان نہیں ہو سکتا لیکن اس کے سامنے زیادہ جھک کر اور اس کے احسانات میں ڈوب کر اور بار بار اس کی حمد کے گیت گا کر ایک رنگ میں انسان احسان کا اعتراف کرتا ہے پس ایسے لوگوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا مغفرت کا زیادہ سلوک ہوتا ہے۔ اور ان کی دعائیں بھی عام لوگوں کی نسبت زیادہ مقبول ہوتی ہیں پس مغفرت پر بھی سہارا ہو سکتا ہے لیکن بسا اوقات محض مغفرت پر سہارا نہیں لیا جا سکتا اور عادت تو ایسا درست کرنا ضروری ہے کہ جس کے نتیجہ میں دعائیں قبول ہوں اور اسی مضمون کو قرآن کریم نے ہمارے انسانی تعلقات کے سلسلہ میں ایک اور رنگ میں بیان فرمایا فرمایا: جب کوئی تمہارا گناہ کرتا ہے جب کوئی تم پر زیادتی کرتا ہے۔ تو تمہارا حق ہے کہ تم بدلہ لو جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے کہ وہ [illegible] سزا دے۔ لیکن فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ: جو مغفرت کرے بشرطیکہ اس کی مغفرت اصلاح کی موجب بنے جرم کی حوصلہ افزائی کی موجب نہ بنے اس کا اجر خدا کے ذمہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس مضمون میں

قبولیتِ دُعا کا بہت گہرا راز

یہی بیان فرمایا جب خدا نے ہمیں یہ نصیحت فرمائی کہ تمہیں کھلی بخشش کی اجازت نہیں ہے اگر تمہاری بخشش کے نتیجہ میں گناہ کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے تو نہیں بخشنا لیکن اگر اصلاح پیدا ہوتی ہے اور انسان اس بخشش کے شکر کے نتیجہ میں اپنی حالت تبدیل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ پھر ایسے شخص کی بخشش باعث اجر ہے اور یقیناً خدا کے پاس اس کا اجر محفوظ ہے۔ پس وہی بات ہے جو یہاں کی جا رہی ہے انسان کے تعلق میں بھی وہی اصول بیان ہوا ہے۔ قرآن کریم کی آیات میں بہت گہرے رشتے ہیں ایک منضبط نظام ہے۔ اندرا ندر تعلقات قائم ہیں اور کوئی بھی ایسی آیت نہیں جو دوسری آیات کے ساتھ گہرے تعلقات نہ رکھتی ہو پس اس ضمن میں مغفرت کا مفہوم اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے جس کے نتیجہ میں جب بھی مغفرت کی دعا کی جائے تو دل میں یہ نیت ہونی چاہیئے کہ اگر اللہ بخشش کا سلوک فرمائے گا تو اس کے بعد میں بھی انبیاء کی سنت پر چلتے ہوئے اس کے شکریہ کا اظہار اس رنگ میں کروں گا جس رنگ میں پاک لوگوں کی سنت چلی آئی ہے۔

اب یہ سوال ہے کہ پھر خدا بار بار ایسے لوگوں کو کیوں بخشتا ہے جو بار بار جرم کرتے ہیں۔ باوجود اس کے کہ ہمیں منع کرتا ہے کہ جرم کی حوصلہ افزائی نہیں کرنی۔ اگر بخشش کے نتیجہ میں جرم سرزد ہو تو پھر نہیں بخشنا میں نے اس مضمون پر گہرائی سے غور کیا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ میں اس مسئلے کو صحیح حل کر سکا ہوں جہاں تک میں نے جائزہ لیا ہے خدا تعالیٰ کی مغفرت ایسے گنہگاروں سے بار بار ہوتی ہے جن کے دل میں شرم یقیناً پیدا ہوتی ہے بخشش کے نتیجہ میں جرم کی حوصلہ افزائی نہیں ہوتی واقعی تائب ہوتے ہیں، بہت شرمندہ ہوتے ہیں، علیحدگی میں خدا کے حضور روتے ہیں گریہ و زاری کرتے ہیں۔ اے خدا ہمیں بخش دے۔ ہم سے غلطی ہو گئی۔ بہت گنہگار ہیں کمزور ہیں اور پھر اس کے بعد کمزوری غالب آجاتی ہے۔ ایسے لوگوں کا معاملہ ہرگز وہ نہیں ہے جن کے ساتھ آپ حسن سلوک کریں اور وہ گناہوں پر شیر ہوتے چلے جائیں۔ ہر گھر میں ایسے بچے دیکھے گئے ہیں۔ بعض مائیں ان کو بگاڑ دیتی ہیں اور وہ اتنے بدتمیز ہو جاتے ہیں کہ آنے والے مہمانوں کا بھی ناک میں دم کر دیتے ہیں۔ ان گھروں میں جانا ایک مصیبت بن جاتی ہے کیونکہ وہ ہر جرم کے بعد اس کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔ کوئی بات نہیں۔ کوئی حرج نہیں۔ ٹھیک ہے سب کچھ۔ یہ وہ مضمون ہے جس کو قرآن کریم بیان فرما رہا ہے کہ اگر مغفرت کرنی ہے تو ایسے شریف النفس لوگوں کی مغفرت کرو جن کے اوپر نیک اثر پڑے۔ یہ لازم نہیں ہے کہ اسی وقت وہ توبہ کر لیں لیکن اصلاح کی طرف میلان ضرور رکھتے ہوں۔ پس اللہ تعالیٰ چونکہ عالم الغیب ہے اور دل کی گہرائیوں پر نظر رکھتا ہے وہ جانتا ہے کہ میرے کونسے بندے نیک فطرت اور سعید ہیں اور گناہوں میں ملوث ہونے کے باوجود سچی شرمندگی کا احساس رکھتے ہیں وہ اس علم کے باوجود ان کو بخش دیتا ہے کہ پھر بھی گناہ کریں گے اور پھر بھی گناہ کریں گے لیکن بالآخر وہ نیک انجام ہوتے ہیں ان میں اور دوسرے لوگوں میں فرق یہ ہے کہ جو گناہوں پر اصرار کرتے ہیں اور ضد کرتے ہیں اور بدتمیزی سے گناہ پر اتراتے ہیں وہ ہمیشہ بد انجام کو پہنچتے ہیں لیکن سچی توبہ کرنے والے یا توبہ کرتے رہنے والوں کا انجام ہمیشہ نیک ہوتا ہے پس یہاں خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کے متعلق فرمایا کہ وہ بہت ہی نفیس طبیعت کا انسان تھا۔ میں نے بغیر شرط کے اس کو بخشا لیکن اس کے دل میں بہت ہی جذبات تشکر پیدا ہوئے اس نے کہا: رَبِّ بِمَآ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ فَلَنْ اَكُوْنَ ظَهِيْرًا لِّلْمُجْرِمِيْنَ۔ اے خدا تو نے بڑا احسان کیا ہے جو مجھے بخش دیا ہے اب میں اس کے بدلے توبہ کرتا ہوں

اور عہد کرتا ہوں کہ آئندہ کبھی مجرموں کی پشت پناہی نہیں کروں گا

حضرت موسیٰ کی ایک اور دُعا

ہے۔ رَبِّ نَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ۔ جب اس حادثاتی قتل کی اطلاع جس کا ذکر ابھی گزر چکا ہے قوم کے بڑے لوگوں تک پہنچی تو انہوں نے مل کر مشورہ کئے۔ کہ اس شخص کو ضرور سزا دینی چاہیئے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ایک غالب قوم تھی۔ اور قوم کے وقار کا سوال تھا۔ یہ بحث نہیں تھی کہ غلطی سے قتل ہُوا ہے۔ یا عمداً ہُوا ہے۔ یہ بحث تھی کہ ایک غالب قوم کے فرد پر اگر ایک مغلوب قوم کا فرد جرم کرنے لگے تو اس سے ان کا جو سارا رعب تھا وہ جاتا رہے گا۔ اس غرض سے ان لوگوں نے آپس میں مشورے کئے اور حضرت موسیٰ کے قتل کا فیصلہ کیا۔ اسی وقت جب آپ ڈرتے ہوئے چھپتے ہوئے ملک چھوڑ رہے تھے کیونکہ ان میں سے ہی ایک ہمدرد انسان نے جو آپ کی سچائی کا قائل تھا اور آپ کی عزت کرتا تھا اس نے آپ کو اطلاع دی کہ میں وہاں سے آرہا ہوں جہاں تمہارے قتل کے مشورے ہو رہے ہیں اس لئے بہتر ہے کہ ابھی یہاں سے نکل جاؤ چنانچہ اس کے مشورے پر جب آپ روانہ ہوئے تو یہ دُعا کی رَبِّ نَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ۔ اے میرے رب مجھے ظالموں کی قوم سے نجات بخش

اس میں بھی حکمت کی بڑی دلچسپ بات یہ ہے کہ یہاں اپنے اس گناہ سے توبہ نہیں کی گئی کیونکہ پہلے ہی خدا بخش چکا تھا جس کو خدا بخش دے اس پہ ظالم قوم ہی حملے کی جرأت کر سکتی ہے تو فرمایا تو نے مجھے بخش دیا ہے مگر دنیا کے ظالم تو مجھے نہیں بخش رہے اس لئے ان ظالموں سے بھی اب مجھے نجات بخش چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نجات بخشی اور اس سے اگلی دعا اسی تسلسل کی ہے اس سے آگے تین آیات بعد یعنی سورۃ القصص کی بائیس ویں آیت میں یہ دُعا ہے رَبِّ نَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ اور آیت پچیسویں میں یہ دُعا ہے: رَبِّ اِنِّیْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ۔ اے میرے رب تو جو بھی خیر میری جھولی میں ڈال دے میں اسی کا فقیر ہوں۔ یہ بہت دلچسپ دُعا ہے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہجرت کر کے مدین کی قوم کی طرف گئے۔ جہاں حضرت شعیبؑ کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ آپ اس وقت خدا تعالیٰ کے اس قوم کے نبی تھے اور دونوں ہم عصر ہیں۔ حضرت شعیبؑ کی دو بیٹیاں تھیں ان کا بیٹا کوئی نہیں تھا۔ حضرت شعیب کی بیٹیاں قوم کے پنگھٹ پر پانی بھرنے کے لئے آئی ہوئی تھیں اور چونکہ بہت سے مرد تھے اس لئے وہ شرم کر ایک طرف کھڑی رہیں اور انتظار کرتی رہیں کہ کب ان کی باری آئے تو وہ اپنے ڈول بھریں۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک دیوار یا درخت کے سائے تلے بیٹھے دیکھ رہے تھے آپ چونکہ بہت مضبوط قوی ہیکل انسان تھے اور دل میں گہری ہمدردی رکھتے تھے آپ اُٹھے اور ان سے ان کے برتن لئے اور مردوں کو ہٹاتے ہوئے جا کر ان کا پانی بھرا اور گھڑے اُن کے سپرد کر دئے واپس آکر درخت کے نیچے بیٹھ گئے اور چونکہ آپ کی عادت نہیں تھی کہ کسی کے سامنے ہاتھ پھیلائیں کسی سے مدد مانگیں۔ یہ احسان کا سلوک کرنے کے بعد ان کی طبیعت دُعا کی طرف مائل ہوئی اور معلوم ہوتا ہے اس احسان کے نتیجہ میں دل سے یہ دُعا اٹھی ہے کیونکہ آپ اس دُعا کے مضمون کو غور سے سنیں تو اس کے پیدا کرنے کے لئے کوئی محرک ہوتا ہے چنانچہ وہ محرک یہ تھا کہ آپ نے بے یارو مددگار بچیوں پر ایک احسان کیا اور پھر خیال آیا کہ میں بھی تو خدا کے حضور بے یارو مددگار پڑا ہوں بچیوں کی طرح سے عرض کروں کہ میری مدد کر۔ چنانچہ یہ دُعا بہت ہی دردناک ہے اور بہت ہی دل پر اثر کرنے والی ہے۔

ایک دفعہ انگلستان میں

ایک بڑی تقریب میں جب میری تقریر ختم ہوئی تو اس کے بعد پھر بعض ملنے والے آئے ان میں کسی ملک کی ایک شہزادی بھی تھی اس نے قرآن کریم کی بعض آیات سنیں تو دل پر بہت اثر ہوا تو مجھ سے اس نے کہا کہ ہمارے قرآن کریم میں سے کوئی ایک دُعا جو آپ کو بہت پسند ہے وہ مجھے لکھ دیں میں اُسے آئندہ اپنی زندگی کا وظیفہ بناؤں گی چنانچہ میں نے اس کو یہ دُعا لکھ کر دی اور سمجھایا کہ کیوں مجھے یہ دُعا پسند ہے۔ اس دُعا میں ہر چیز خدا پر چھوڑ دی گئی ہے کچھ نہیں مانگا گیا صرف یہ کہا گیا ہے کہ رَبِّ اِنِّیْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ۔ خدایا میں محتاج ہوں تجھے پتہ ہے کہ میں کس کس چیز کا محتاج ہوں۔ میں کیا کیا بتاؤں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس دُعا کو ایک اور بہت ہی پیارے رنگ میں یوں عرض کیا ہے۔

زباں چلتی نہیں شرم و حیا ہے ؎ وہ دے جو اس دل میں بھرا ہے

زباں چلتی نہیں شرم و حیا ہے میں کیا کیا جان کر دل میں تجھ سے کیا کیا مانگوں۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام عرض کرتے ہیں کہ اے خدا! جو کچھ تو میری جھولی میں ڈال دے میں اسی کا فقیر ہوں۔ میں نہیں بتاتا کیا مجھے چاہیئے نہ مجھے حقیقت کا علم ہے چنانچہ میں سمجھتا ہوں کہ اس کے بعد جو بھی احسانات کا سلسلہ ہے وہ اسی دُعا کے نتیجہ میں ہے اور اس کی جڑیں اسی دُعا میں ہیں۔ معاً بعد اس گھر میں ایک واقعہ ہُوا جس گھر کی وہ بچیاں تھیں۔ ان دونوں بیٹیوں نے جا کے باپ کو یہ واقعہ سنایا کہ ایک بہت ہی نیک مرد اور اچھا توانا مرد اس طرح بیٹھا ہُوا اجنبی ہے اس نے ہم سے کچھ پوچھا نہ مانگا صرف ہمارا کام کیا اور جا کر پھر بیٹھ گیا لیکن ضرورتمند معلوم ہوتا ہے اس پیران کے والد جو نبی تھے اور خدا تعالیٰ کی طرف سے نور یافتہ تھے انہوں نے بھیج کر بلوایا اور بتانے کے بعد ان کو کیا کیا دیا۔ ایک امان دی اور کہا کہ اب تم یاد رکھو تم امن میں آچکے ہو تمہیں اب کوئی خطرہ نہیں اس قوم سے۔ دوسرے گھر دیا اور ان کو کہا میرے گھر میں رہو تیسرے یہ کہا کہ ان دونوں بچیوں میں سے جس کو انتخاب کرتے ہو وہی تمہاری ہے چوتھے اس خیال سے کہ یہ ممنون احسان نہ ہو یہ نہ سمجھے کہ میں کسی کے احسان کے نیچے آگیا ہوں۔ کہا کہ اس میں کوئی شرمانے کی بات نہیں میرا اور تمہارا نوکری کا معاہدہ ہے میں ۸ سال یا ۱۰ سال تم سے خدمت لوں گا اس لئے کوئی احسان نہیں ہے چار باتیں اس طرح حضرت موسیٰؑ کے لئے اس نے پیدا فرمائیں اور اس کے بعد پھر اسی شادی کے بعد حضرت شعیبؑ کی صحبت میں رہنے کے نتیجہ میں بھی ہم کہہ سکتے ہیں کہ آپ کے دل میں جو نیکی کے بیج تھے وہ بہت ترقی کر گئے اور بعد میں واپسی کے سفر میں آپ کو نبوت بھی عطا ہو گئی پس اس لئے مجھے یہ دعا پیاری ہے کہ اس میں بہت ہی وسیع مضامین ہیں تعین نہیں کی گئی اپنی چالاکیوں سے یہ بھی دے، وہ بھی دے اور وہ بھی دے۔ کھلا خدا پر معاملہ چھوڑ دیا گیا ہے جو کچھ تو جانتا ہے کہ ہمیں ضرورت ہے وہ ہمیں مہیا فرما دے۔

اب

حضرت لوطؑ کی ایک دُعا

ہے: قَالَ رَبِّ انْصُرْنِیْ عَلَی الْقَوْمِ الْمُفْسِدِیْنَ

(عنکبوت: ۳۱)

اے میرے خدا! اے میرے رب!! مفسد قوم کے مقابل پر میری نصرت فرما۔

اس دعا کا پس منظر معلوم کرنا بھی ضروری ہے حضرت لوطؑ کی قوم میں جو بدیاں پائی جاتی تھیں۔ آپ سب جانتے ہیں، ان کو دہرانے کی ضرورت نہیں مگر خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب بھی حضرت لوطؑ نے نصیحت فرمائی کہ ان بدیوں سے باز آؤ۔ فَمَا کَانَ جَوَابَ قَوْمِہٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللّٰہِ اِنْ کُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ۔

(عنکبوت: ۳۰)

ہر دفعہ وہ تان یہی توڑتے تھے کہ اچھا پھر جو عذاب تیرا خدا ہم پر وارد کر سکتا ہے جاؤ اپنے خدا سے وہ عذاب مانگ لاؤ یعنی اب گفت و شنید کی راہیں بند ہو چکی ہیں اب نصیحت کے ان قصوں کو چھوڑو ہم تمہاری باتیں سنتے سنتے تنگ آگئے ہیں۔ نہیں باز آئیں گے ہزار دفعہ کہا نہیں باز آئیں گے۔ اب تم جاؤ اور اپنے خدا کو کہو کہ وہ

عذاب لے آئے جس سے تم ہمیں ڈراتے ہو یہ سب پس منظر نہایت بیہودہ طریق پر متکبرانہ رنگ میں خدا کے عذاب کو چیلنج کیا گیا ہے اور حضرت لوطؑ کے ساتھ بڑا تحقیر کا معاملہ کیا گیا ہے لیکن اس کے جواب میں آپ یہ دیکھیں حضرت لوطؑ نے عذاب کی دعا نہیں کی یہ عرض کیا: رَبِّ انْصُرْنِیْ عَلَی الْقَوْمِ الْمُفْسِدِیْنَ: اے میرے رب میں تو اب بھی صرف نصرت چاہتا ہوں مفسد قوم کے خلاف میری نصرت فرما کیونکہ اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ ان کا فساد اصلاح کی حد سے بڑھ چکا ہے اس لئے ان پر عذاب آیا مگر حضرت لوطؑ نے براہ راست قوم کے خلاف عذاب طلب نہیں کیا۔

حضرت ابراہیمؑ کی ایک دعا

سورۃ صافات آیت ۱۰۱ میں ہے۔ اس میں عرض کرتے ہیں رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ۔

اس سے پہلے کا واقعہ یہ ہے کہ آپ کو قوم نے آگ کا عذاب دینے کی کوشش کی۔ بعض مفسرین کا خیال ہے کہ باقاعدہ آگ میں ڈال دیا گیا اور وہ آگ گلزار بن گئی۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسے روحانی محاوروں کے طور پر بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دراصل ہر نبی کے لئے مخالفت کی ایک آگ بھڑکائی جاتی ہے اس آگ ہی میں سے وہ گلزار ظاہر ہوتا ہے جو ان کی مقبولیت کی صورت میں اور ان کی آخری فتح کی صورت میں خدا تعالیٰ کی طرف سے ان کو انعام ملتا ہے۔ تو حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ جس آگ کا ذکر ہے یہ تمثیلی زبان ہے اس کو ظاہر پر نہیں قبول کرنا چاہیئے۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بھی لکھا ہے اور بڑی تحدی کے ساتھ لکھا ہے کہ اگر وہ ظاہری آگ بھی ہے تو ہمیں کامل یقین ہے کہ خدا تعالیٰ کی خاص تقدیر نے اس آگ سے حضرت ابراہیم کو بچا لیا تھا۔ گلزار بننے والی یہ باتیں تو مفسرین کے قصے ہیں۔ قرآن کریم نے جہاں تک فرمایا ہے وہ بس اتنا ہی ہے، اور اتنا ہی ہمارے لئے کافی ہے کہ وہ آگ تھی خواہ وہ ظاہری آگ تھی خواہ وہ مخفی آگ تھی معنوی طور پر آگ تھی اللہ تعالیٰ نے اس آگ سے آپ کو بچا لیا اور آگ جلانے والوں کو ناکام کر دیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی ایک الہام ہوا: آگ ہماری غلام بلکہ غلاموں کی بھی غلام ہے۔ کہ آگ ہماری غلام بلکہ ہمارے غلاموں کی بھی غلام ہے۔ ظاہری طور پر بھی کیا یہ درست ہے؟ ہم نے بارہا دیکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دشمن کی بار بار کی ان کوششوں کو ناکام کر دیا کہ احمدیوں کو زندہ آگ میں جلائیں۔ ابھی حال ہی میں پیچھے پاکستان میں دو احمدی بستیوں کو جلا کر خاک کر دیا گیا لیکن غیر معمولی طور پر اور حیرت انگیز اعجازی رنگ میں اللہ تعالیٰ نے احمدیوں کو اس آگ سے بچا لیا۔

ایک واقعہ

مولانا رحمت علی صاحب مرحوم و مغفور جو انڈونیشیا کے مبلغ تھے

وہ جن دنوں میں وہاں مبلغ تھے ان دنوں میں بہت مخالفت تھی، مجھے اب جگہ کا نام یاد نہیں مگر وہ جس جگہ بھی تھے شدید مخالفت تھی اور وہاں بڑے بڑے مناظرے ہوا کرتے تھے۔ ایک دفعہ کسی کی شرارت سے یا ویسے ہی حادثۃً اس بلاک کو آگ لگ گئی (لکڑی کے اکثر مکان وہاں ہوتے ہیں) جس کے ایک طرف مولوی رحمت علی صاحب کا مکان تھا اور ساتھ ہی بہت تیز آندھی چلی اور اسی رخ پر چلی جس رخ پر آپ کا مکان تھا۔ اس وقت سب لوگ اکٹھے ہو گئے باقاعدہ ایک جمگھٹ ہو گیا لوگ اپنے گھروں سے چھلانگیں مار مار کر نکل رہے تھے سامان نکال رہے تھے۔ احمدی بھی وہاں آئے اور مولوی صاحب کو کہا کہ نکلیں اس گھر سے، تیزی سے آگ آپ کے پاس آ رہی ہے تو اس وقت مولوی صاحب نے اس الہام کا حوالہ دے کر خدا سے دعا کی کہ آگ ہماری غلام بلکہ غلاموں کی بھی غلام ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ اے میرے آقا! میں مسیح موعود کا غلام ہوں آپ کی غلامی میں یہاں پیغام دینے آیا ہوں اس لئے آج اس الہام کو میرے حق میں سچا کر دے۔ آج تک انڈونیشیا کے وہ لوگ عش عش کرتے ہوئے، بہتے ہوئے آنسوؤں اور روحانی وجد کے ساتھ یہ واقعہ بیان کرتے ہیں۔ کہتے ہیں آگ بڑھتی رہی، بڑھتی رہی ہم لوگ دیکھتے رہے ایک لرزہ طاری ہو گیا کہ کیا ہونے والا ہے جس وقت آگ وہاں پہنچی ہے جہاں سے ان کا مکان شروع ہوتا تھا تو ایسی موسلا دھار بارش شروع ہوئی اس قدر تیز کہ آگ کو اس اگلے ساتھ کے گھر تک پہنچنے کی توفیق نہیں ملی ساری آگ ٹھنڈی پڑ گئی پس خدا تعالیٰ ظاہری طور پر بھی ان باتوں کو پورا کر دکھایا کرتا ہے۔ یہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ ہم ہر جگہ معنوی سہارے تلاش کریں وہ صاحب قدرت ہے جب چاہے جس طرح چاہے وہ اپنی کائنات کو جو اس کی غلام ہے جیسا حکم دے وہ اس کے تابع ہے اور ویسا ہی کرتی ہے۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس الہام کے یہ معنی تو بہرحال ثابت ہوئے کہ ظاہری آگ بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سچے غلاموں پر غلبہ نہیں پا سکے گی۔ پس اس وقت جب حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خدا کا یہ معجزہ دیکھا تو وہاں سے ہجرت کی اور ہجرت کرتے ہوئے کہا: وَقَالَ اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ۔ میں تو اپنے رب کی طرف چلا ہوں۔ سَیَهْدِیْنِ اور وہ میری ہدایت کرے گا میری راہنمائی فرمائے گا رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ۔ اے میرے رب مجھے صالح اولاد عطا فرما۔

اب ان دو باتوں کا جوڑ کیا ہے دیکھنے والی یہ بات ہے آگ سے بچ کر باہر نکل رہے ہیں ہجرت فرما رہے ہیں اور کہتے ہیں مجھے صالح اولاد عطا فرما۔ اصل بات یہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ اس وقت تک اس قوم سے برگشتہ نہیں ہوئے جس وقت تک کامل طور پر یقین نہیں ہو گیا کہ کوئی بھی ایمان نہیں لائے گا۔ جو ظلم انہوں نے کرنا تھا وہ انتہا تک پہنچا دیا اور جب دیکھا کہ ان کے آباء و اجداد میں سے سب تباہ ہونے والے ہیں کچھ بھی نہیں تو کچھ نہیں نکلا اور اس وقت خدا سے عرض کی کہ اب میری نسل کو تو چلا میں تو تیرے لئے اپنا سب کچھ چھوڑ رہا ہوں تو تیرے حضور کامل طور پر جھکنے والے صالح بچے عطا کر جو تیرے سپرد کرنے والے پہلوں کی نسلیں اگر ہلاک ہو جائیں تو وہ ان کی جگہ جاری رہیں تو تیری خاطر اس قوم کو چھوڑ کر ہجرت کر رہا ہوں اس لئے مجھے پاک نسل عطا فرما۔ یہ جو معنی ہے اس کو قرآن کریم کی دوسری بہت سی آیات تقویت دیتی ہیں اور خود بائبل بھی اس بات کو تقویت دیتی ہے وجہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کی اس دعا کے نتیجہ میں محض ایک بچہ کی خوشخبری نہیں دی گئی بلکہ آپ کو یہ خوشخبری دی گئی کہ میں تیری نسل کو تمام دنیا میں اتنا پھیلاؤں گا کہ جس طرح آسمان کے ستارے نہیں گنے جا سکتے اور ریت کے ذرے نہیں گنے جا سکتے اس طرح تیری نسلیں بے شمار ہوں گی۔ پس معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے اتنے کامل اخلاص کے ساتھ اپنی قوم کو اپنے آباء و اجداد کو چھوڑا تھا ہمیشہ کے لئے ان سے ناطہ توڑ دیا تھا کہ آپ سے پھر آگے ایک نیا جہان پیدا ہونا تھا نئی نسلیں جاری ہونی تھیں چنانچہ دوسری جگہ قرآن کریم نے اکیلے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو امت قرار دیا ہے۔ پس وہ لوگ جو اپنے رشتہ داروں کو، اپنے عزیزوں کو خدا کی خاطر چھوڑ رہے ہیں وہ جو اپنی برادریوں کو چھوڑ دیتے ہیں اور اکیلے ہو جاتے ہیں بعض دفعہ وہ اپنے آپ پر رحم کرنے لگ جاتے ہیں اور مجھے ان پر رحم آتا ہے اس قدر بے وقوفی ہے کس بات پر رحم کر رہے ہو۔ تم نے سنت انبیاء کو زندہ کیا ہے اگر خدا کی خاطر کیا ہے تو وہ تمہیں ایک قوم بنا دے گا۔ اور تمہاری قوم بالکل بے معنی اور بے حقیقت ہو جائے گی وہ چھوٹے چھوٹے ہو جاتے ہیں اور پھر غائب ہو جاتے ہیں اور تاریخ کے صفحوں میں ملتے ہیں لیکن مستقبل میں پاک لوگوں کی نسلیں جاری رہتی ہیں یہ سنت انبیاء ہے لیکن سب سے زیادہ شان کے ساتھ یہ سنت حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حق میں پوری ہوئی۔ پس رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ کی دعا ایک بہت شاندار پس منظر رکھتی ہے اور ایک بہت عظیم الشان مستقبل رکھتی ہے ان معنوں میں اپنی اولاد کے لئے دعا کرنی چاہیئے حضرت اقدس مسیح موعود

علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی ابراہیمؑ فرمایا گیا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ آگ ہی کے معاملہ میں نہیں بلکہ برادری کے قطع تعلقی کے معاملہ میں بھی خدا نے ایسا ہی سلوک فرمایا۔ چنانچہ جب ساری برادری نے آپ کو چھوڑ دیا تو اس وقت آپ کو الہام ہوا: یَنْقَطِعُ مِنْ اٰبَائِکَ وَیُبْدَءُ مِنْکَ۔ کہ

اے غلام احمد! تیرے آباء واجداد کی نسل کاٹی گئی۔

وَیُبْدَءُ مِنْکَ۔ اب تجھ سے یہ نسل جاری ہوگی۔ یہ ایسا عظیم الشان الہام ہے اور ایسی عظیم الشان قوت کے ساتھ یہ سچا ثابت ہوا ہے کہ اس کی روشنی کے سامنے آنکھیں چندھیا تی ہیں۔ وہ ظالم اور احمق لوگ جو کہتے ہیں کہ مسیح موعودؑ کا کوئی ایک نشان دکھاؤ۔ اگر ان کے اندر ذرا بھی انصاف کا مادہ ہو تو صرف یہی بہت کافی ہے ان پر ثابت کرنے کے لیے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے دعوے میں سچے تھے۔ خدا اُن سے ہم کلام ہوتا تھا اور آپ کی تائید میں نشان ظاہر فرماتا تھا۔ جب یہ الہام ہوا ہے جہاں تک میں نے تحقیق کی ہے اس زمانے میں کم و بیش ۷۰ افراد خاندان آپ کے آباء واجداد کے تھے جو قادیان میں بسنے تھے اور ان میں سے کوئی ایمان نہیں لایا اور یکے بعد دیگرے وہ مرتے چلے گئے اور ان کی نسلیں ختم ہوتی چلی گئیں۔ قریبی رشتے دار بھی، دور کے رشتے دار بھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ کے ایک پرانے خادم تھے بابا سندھی۔ وہ ایک دفعہ خدمت کے لئے ہمارے ساتھ ڈلہوزی بھی گئے۔ بڑی عمر تھی لیکن پھر بھی جسم میں توانائی تھی۔ ان سے بعض دفعہ ہم پرانی باتیں سنا کرتے تھے تو بڑے مزے سے وہ قصے سنا تے تھے۔ کہتے تھے کہ حضرت مسیح موعودؑ کے مخالفین کی جو حویلی تھی وہاں یکے بعد دیگرے تالے ہی پڑتے چلے گئے۔ پہلے وہ گھر ہیواؤں سے بھر گیا۔ پھر ان کے بچے مرنے شروع ہوئے۔ رفتہ رفتہ وہ خالی ہو گئی۔ کہتے ہیں مرزا گل محمد کے والد مرزا نظام دین صاحب۔ آخری عمر میں بہت کمزور ہو گئے تھے۔ صدموں کا دماغ پر بھی اثر تھا تو میں (یعنی بابا سندھی) ان کو دبایا کرتا تھا۔ کہتے ہیں! وہ مجھ سے کبھی کہتے تھے فلاں بی بی کو بلا کر لاؤ۔ فلاں بی بی کو بلا کر لاؤ۔ ہر دفعہ میں جواب دیتا تھا کہ میں کس کو بلا کر لاؤں اس کے کمرے میں بھی تالا پڑ گیا ہے۔ میں کس کو بلا کے لاؤں اس کے کمرے میں بھی تالا پڑ گیا ہے۔ بہت ہی دردناک منظر ہے لیکن خدا کی یہ شان خود ان کی بدنصیبی کے نتیجہ میں ظاہر ہوئی ہے کیونکہ انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جیسا گوہر اپنے اندر پا کر اس کی قدر نہیں کی اور آپ کو مٹانے کی کوشش کی۔ پس جو خدا کے پاک بندوں کو مٹانے کی کوشش کرتا ہے بالآخر ضروری نہیں کہ ہمیشہ اسی وقت لیکن بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ خدا یہ فیصلہ کرتا ہے کہ ان کو مٹا دیا جائے اور پھر ان کو کوئی بچا نہیں سکتا۔ مرزا نظام دین کا ایک بیٹا زندہ رہا جس کا نام مرزا گل محمد ہے اور ان کی نسل میں اب تک احمدیت ہے اور خدا کی یہ شان ہے کہ ان کو اس لئے زندہ رکھا گیا کہ انہوں نے احمدی ہو جانا تھا۔ کوئی شخص ایسا زندہ نہیں رہا جس نے احمدی نہیں ہونا تھا۔ اسی کو زندہ رکھا گیا جس نے احمدی ہونا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اپنے بیٹوں میں سے دو تھے ایک مرزا سلطان احمد۔ ایک مرزا فضل احمد۔ اس وقت دونوں میں سے کوئی بھی آپ پر ایمان نہیں لایا تھا اسی کو زندہ رکھا گیا اور اسی کی نسل جاری رکھی گئی جس نے ایمان لانا تھا یعنی مرزا سلطان احمد اور مرزا فضل احمد اسی طرح بے اولاد لاولد اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔

بہت ہی تفصیل کے ساتھ میں نے جائزہ لیا ہے ہر ہر واقعہ میں ایک عظیم نشان پوشیدہ ہے ایک صاحب اولاد ہونے کی طاقت رکھتے تھے۔ شادی کرنا چاہتے تھے لیکن دماغ میں ایسا دورہ پڑا کہ فقیر بن گئے اور فقیر بننے کے بعد خود اپنے آپ کو اولاد کی اہلیت سے ہمیشہ کے لئے محروم کر لیا۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسا اوقات یہ واقعہ سنایا کرتے تھے۔ کہتے تھے کہ ان کی حالت دیکھ کر رحم آتا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ دیواروں سے سر ٹکرائیں گے۔ کہا کرتے تھے میں نے اپنے اوپر کیا کر لیا ہے کیا ظلم کر بیٹھا ہوں۔ کاش مجھ میں طاقت ہوتی اور میں شادی کرتا اور میری اولاد ہوتی لیکن خدا کی تقدیر کے نیچے تھے۔ پس اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آباء واجداد کی نسل کاٹی جانے کا فیصلہ ہو چکا تھا۔ معلوم ہوتا ہے حضرت ابراہیمؑ کو پتہ تھا۔ مجھے تو یقین ہے کہ خدا نے الہاماً خبر دی تھی کہ یہ واقعہ ہے۔ تم جس جگہ سے رخصت ہو رہے ہو اب یہاں کوئی باقی نہیں بچے گا۔ یہ ساری نسلیں ختم ہونے والی ہیں۔ اس وقت حضرت ابراہیمؑ نے دعا کی:

رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ

اے خدا مجھے نسل دے مگر نیک نسل دے۔ بد نسل کا میں متمنی نہیں ہوں۔ مجھ سے آئندہ نیک نسلیں جاری ہوں اور دیکھیں کتنی گہری دعا تھی کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم بھی آپ ہی کی نسل میں پیدا ہوئے۔ پس محض دعا کے لفظوں کی بات نہیں ہوا کرتی۔ خدا کی نظر دعا کی گہرائی پر پڑتی ہے۔ دل میں کتنی گہرائی سے اٹھی ہے کس جذبے کے ساتھ اٹھی ہے کس درد کیساتھ اٹھی ہے۔ کس اخلاص اور ایثار کی روح کے ساتھ اٹھی ہے۔ یہ ساری باتیں ہیں جو دعا کو طاقت بخشتی ہیں اور پھر نیک اعمال دعا کو طاقت بخشتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کلمہ طیبہ خدا ہی کی طرف رفعت کرتا ہے مگر نیک اعمال اس کو طاقت مہیا کرتے ہیں۔ پمپ کر کرکے نیک اعمال اس کلمہ کو اوپر اٹھاتے ہیں تو اسی طرح دعاؤں کا حال ہے۔ یہ ساری باتیں۔ دل کے جذبات اور نیک اعمال۔ مل کر دعاؤں میں ایک غیر معمولی طاقت پیدا کر دیتے ہیں اور قوموں کے مستقبل ان دعاؤں سے بنتے ہیں۔ پھر

ایک دعا حضرت سلیمانؑ کی

ہے جو سورہ ص آیت ۳۶ میں بیان ہوئی ہے۔

قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَهَبْ لِي مُلْكًا

اور مجھے ایسی سلطنت عطا فرما، ایک ایسا عظیم ملک عطا فرما

لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ مِنْ بَعْدِي

کہ میرے بعد پھر کبھی کسی کو نصیب نہ ہو۔

إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ:

یقیناً تو بہت ہی مہربانی کرنے والا ہے۔ بہت ہی زیادہ پیار کا سلوک فرمانے والا ہے۔

اس دعا کے متعلق کئی علماء بحثیں اٹھاتے ہیں کہ ایسی دعا مناسب بھی ہے کہ نہیں۔ درست ہے کہ نہیں کہ میرے بعد کسی کو ویسی سلطنت نہ ملے۔ یہ تو بظاہر ایک خود غرضی کی دعا ہے۔ لوگ تو یہ کہتے ہیں کہ ہماری اولاد میں بھی یہ سلسلہ جاری رکھ اور بڑھا چڑھا اور اس شان کو بڑھاتا رہ۔ حضرت سلیمانؑ نے یہ کیسی دعا کی اور پھر دعا بھی ایسی جو بد دعا بن کر بعد میں ظاہر ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرت سلیمانؑ کی تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کے بعد نہ نسل میں نبوت رہی، نہ اس رنگ میں وہ بادشاہت رہی، حضرت سلیمانؑ کا دور بنی اسرائیل کی حکومت کا سب سے شاندار دور تھا۔ آپ نے آنکھیں بند کیں تو مٹنے شروع ہو گئے اور سلطنت دو حصوں میں بٹ گئی اور آپ کی نسل کے حصے میں چھوٹی سلطنت آئی لیکن فلسطین اسی کا حصہ تھا، اسی کو جوڈا کہا جاتا ہے۔ ایک شمالی سلطنت تھی جس میں بنی اسرائیل کے دس قبائل آباد تھے اور ایک جنوبی جس میں دو تھے۔ ان میں حضرت سلیمانؑ کا اپنا قبیلہ بھی تھا۔ چنانچہ آپ کے بیٹے کے پاس بالآخر صرف رہی بادشاہت رہ گئی جو دو قبیلوں کی راجدھانی پر مشتمل تھی اور وہ دس قبیلے وہ ہیں جن کے متعلق بعد میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ کہا کہ میں بنی اسرائیل کی گمشدہ بھیڑوں کی طرف جانے والا ہوں۔

اصل مضمون تو دعا کا ہے مگر ضمناً ساتھ ساتھ میں آپ کو یہ باتیں بھی سمجھاتا جاتا ہوں کیونکہ ہمارے جماعتی محاورے میں اگر گمشدہ بھیڑوں کا ذکر ملتا ہے تو وہ کیا تھیں اور کیسے بنیں۔ وہ دس قبائل جو شمال کے قبائل تھے ان کی ایک الگ سلطنت قائم ہوئی اور انہی کی طرف حضرت مسیح ؑ کا اشارہ ہے۔ گمشدہ ان کو اس لئے کہا گیا کہ ۶۰۰ سال کی حکومت کے بعد یعنی حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد جب بنی اسرائیل کو حکومت ملی تو اس کے پورے ۶۰۰ سال کے بعد بابلیوں نے ان پر حملہ کیا (اور آج کل کے کرد بھی اکثر بابلی علاقہ سے ہی تعلق رکھتے ہیں۔ اس زمانے میں بابلیوں کی ایک بہت شاندار سلطنت تھی) اور ان کو بالکل تہس نہس کر دیا۔ کلیتہً ملیا میٹ کر کے ان کو ملک بدر کر دیا اور یہ ساری دنیا میں بکھر گئے۔ بعض روایات کے مطابق مارا تو بہت بری طرح لیکن پوری طرح نکالا نہیں بلکہ ایک سو سال بعد جبکہ جنوبی عراق کی طرف سے حملہ ہوا ہے اس وقت ان کو آخری دفعہ کلیتہً نکال دیا گیا۔ مگر بہرحال حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں آپ کی آمد سے کئی سو سال پہلے یہ لوگ دنیا میں بکھر چکے تھے اور ان کا وہاں کوئی وجود نہیں تھا۔ حضرت موسیٰ ؑ سے حضرت عیسیٰ ؑ کا فاصلہ ۱۳۰۰ سال کا ہے۔ یہ بات احمدیوں کو خصوصاً یاد رکھنی چاہیئے پس حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام گمشدہ بھیڑوں کے بکھرنے کے ۶۰۰ سال کے بعد ظاہر ہوئے ہیں۔ یہ اس لئے یاد رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی امت کے مسیح تھے آپ بھی پوری 13 صدیوں کے بعد ظاہر ہوئے ہیں اور مماثلت مسیح ؑ کی لوگ بات کرتے ہیں تو نتیجہ یہ آپ زمانے کو ناپ کر دیکھیں بعینہٖ اتنا زمانہ بنتا ہے جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے بعد 12 مجدد گزرے تھے اسی طرح حضرت موسیٰ ؑ کی امت پر حضرت عیسیٰ ؑ سے پہلے پہلے 12 مجددین گزر چکے تھے۔ بہرحال یہ قوم کا ایک حصہ اس زمانے میں بکھرا تھا اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا حضرت سلیمان ؑ نے خود اپنے بچوں کے لئے اور اپنی قوم کے لئے بددعا کی تھی۔ اس کے متعلق قرآن کریم اشارہ کر رہا ہے اس سے پہلی آیت میں کہ اصل واقعہ کیا تھا۔ پہلی آیت یہ ہے کہ

وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ وَاَلْقَيْنَا عَلٰى
كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ ۝

کہ ہم نے سلیمان ؑ کو آزمائش میں ڈالا فتنے میں ڈال دیا۔

وَاَلْقَيْنَا عَلٰى كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا ۔

اور اس کے تخت پر ایک لاشے کو لا بٹھایا۔

ثُمَّ اَنَابَ ۝

اس کے نتیجہ میں وہ بار بار خدا کے حضور جھکا اور مغفرت مانگی اور توبہ کی۔

بہت ہی افسوسناک بات یہ ہے کہ

بہت سے غیر احمدی مفسرین

اس کی تفسیر یہ کرتے ہیں کہ حضرت سلیمان ؑ سے گناہ سرزد ہوا اور آپ نے اپنے بستر پر ایک عورت ڈال دی۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ بہت ہی جاہلانہ تفسیریں ہیں۔ یہ تفسیریں دیکھ کر تو بار بار حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے دل سے دعائیں نکلتی ہیں کہ کس طرح ہمیں اندھیروں سے روشنی میں نکالا ہے۔ اور اگر یہ بات تھی تو اچانک اس کے بعد اپنی قوم پر بددعا کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ اگر نعوذ باللہ من ذالک کوئی گناہ ہی سرزد ہوا تھا تو اس گناہ کا بدلہ اپنی قوم کو، اپنے بچوں کو دینا تھا کہ یہ دعا کرتے کہ اچھا چونکہ مجھ سے غلطی ہو گئی ہے اس لئے میری اولاد اور میری نسلوں کو اس کی سزا ایسی دے اور سارے بنی اسرائیل کو اس کا سزا دے اور میرے بعد یہ ملک تباہ کر دے۔ ہرگز یہ بات نہیں تھی۔ آپ کو جب خدا نے خبر دے دی کہ تیری اولاد اس لائق نہیں ہے کہ وہ تیری تخت نشین ہو۔ نالائق اولاد آنے والی ہے تو اس وقت آپ نے یہ کہا کہ اے خدا میں تو نبی ہوں اور نبوت کے ساتھ ملوکیت کرتا رہا ہوں اور پورے انصاف اور تقویٰ کے ساتھ حکومت کے حقوق ادا کرتا رہا ہوں۔ اگر ایک نالائق کے سپرد یہ ساری قومیں کر دی گئیں تو وہ تو بہت ظلم کرے گا۔ ہرگز وہ اس لائق نہیں ہے کہ ایسی شاندار حکومت اس کے سپرد کی جائے۔ پس اس عاجزانہ دعا کے نتیجہ میں جو تقویٰ پر مبنی تھی خدا تعالیٰ نے آپ کے بعد پھر اس حکومت کو اس طرح جاری نہیں رہنے دیا۔ یہ آخری حکومت ہے جس میں نبوت اور دنیاوی حکومت اکٹھے تھے۔ ایک دوسرے کے ساتھ ملے ہوئے تھے۔ پس ہرگز نعوذ باللہ من ذالک نبیوں کو بددعائیں دینے کی عادت نہیں ہے نہ وہ ایسی جاہلانہ خودکشی کرنے والی بددعائیں کرتے ہیں۔ یہ دعا تقویٰ پر مبنی ہے۔ یہ سمجھتے ہوئے کہ جس کے ہاتھ میں قوم کی لگام ہوگی اگر خدا کے نزدیک وہ بد ہے تو خدا پھر اس کے سپرد یہ حکومت نہ کرے۔ اس سے بنی نوع انسان کو دکھ پہنچے گا۔

اب چونکہ وقت زیادہ ہو رہا ہے اور اس کا ترجمہ بھی ہونا ہے اس لئے انشاء اللہ تعالیٰ باقی دعاؤں کے مضمون کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے آئندہ خطبہ میں یہیں سے جہاں سے چھوڑا ہے وہاں سے شروع کروں گا۔

نوٹ:۔ مکرم میر احمد صاحب جاوید کا مرتب کردہ مندرجہ بالا خطبہ جمعہ ادارہ بدر کلیتہً اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے۔

(ادارہ)

منقولات

بنگلہ دیش میں احمدیوں پر زیادتیاں

انسانی اور مذہبی آزادی چھینی جا رہی ہے

ان دنوں بنگلہ دیش میں صرف احمدیوں پر ہی مظالم کا سلسلہ جاری نہیں ہے بلکہ وہاں کی دیگر اقلیتیں بھی اپنے انسانی مذہبی حقوق کے لئے بے چین ہیں ملاحظہ فرمائیں اخبار آزاد ہند کلکتہ مجریہ ۳ر نومبر ۱۹۹۲ء کی ایک خبر۔

"ڈھاکہ یکم نومبر بنگلہ دیش کی اپوزیشن پارٹیوں اور اقلیتی گروپوں کے لیڈروں نے مطالبہ کیا ہے کہ ملک میں ہر مذہب کے ماننے والوں کو مساوی حقوق دیئے جائیں۔ اس ضمن میں کل بنگلہ دیش کی ہندو، بودھ، کرسچین، اوڈیکیا پریشد نے نیشنل پریس کلب کے باہر ایک ریلی کا اہتمام کیا جس میں اپوزیشن لیڈروں نے تقریریں کیں لیڈروں نے کہا کہ ۱۹۷۱ء کی جنگ آزادی کے بعد ملک ایک سیکولر ملک کی حیثیت سے ابھرا تھا جس کی ضمانت دی گئی تھی لیکن بنگلہ دیش کے بانی لیڈر شیخ مجیب الرحمٰن کے ۱۹۷۵ء میں قتل کے بعد آنے والی تمام حکومتوں نے حقوق سلب کئے اور سیاست میں فرقہ پرست طاقتیں واپس آگئیں۔"

بنگلہ دیش میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کا مطالبہ

ڈھاکہ ۳۰ر اکتوبر: بنگلہ دیش کی مسلم مذہبی جماعتوں نے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کا مطالبہ کیا ہے۔ ڈھاکہ یونیورسٹی کے بنگلہ ادب کے سابق پروفیسر مسٹر احمد شریف کی ایک تقریر پر سخت ردعمل کا اظہار کرتے ہوئے مسلم تنظیموں نے انکے خلاف الحاد کا الزام لگاتے ہوئے انکو گرفتار کرنے اور قرار واقعی سزا دینے کا مطالبہ بھی کیا ہے۔ بی بی سی کے نشریہ کے مطابق مسٹر احمد شریف نے ایک جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے کہا تھا کہ اسلام کے بارے میں واقفیت حاصل کرنے کے لئے عربی کا پڑھنا ضروری نہیں ہے۔ انکے اس بیان کو ملحدانہ قرار دیتے ہوئے انکی گرفتاری کا مطالبہ کیا ہے۔ واضح ہو کہ مسٹر احمد شریف قادیانی فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں انکی اس تقریر پر بنگلہ دیش میں سخت ردعمل ہوا ہے۔ کل ڈھاکہ میں انجمن احمدیہ کے ہیڈ کوارٹر پر حملہ کر کے اس میں آگ لگا دی گئی، اس حملے میں پچاس افراد زخمی ہوئے ان میں سے دس کی حالت تشویشناک بتائی گئی ہے۔ (روزنامہ اخبار مشرق کلکتہ ۳۱ر اکتوبر ۱۹۹۲ء)

گلدستۂ درویشان کے

وہ پھول جو مرجھا گئے

از:- مکرم چوہدری بدرالدین صاحب عامل درویش قادیان

حالاتِ زندگی مکرم چوہدری عبدالرشید صاحب نیاز

بعض باتیں بچپن میں ہی انسان کے لوحِ الشعور میں محفوظ ہو جاتی ہیں اور ہمیشہ زندہ رہتی ہیں۔ کچھ ایسی ہی باتیں آج مجھے یاد آ رہی ہیں ابھی پاؤں پاؤں چلتا تھا۔ اور میرا برادر عم زاد ابھی اس کوشش میں تھا۔ صبح کا سہانا وقت تھا ہم دونوں چارہ کترنے والے ٹوکہ کے پاس پڑے ہوئے چارہ سے کھیل رہے تھے میرا یہ چچا زاد بھائی کبھی کوئی سہارا پا کر اٹھنے کو پکڑ کر اٹھ کھڑا ہوتا۔ اور پھر چلنے کی کوشش میں سر ٹوکے کے بل گر پڑتا۔ ادھر ہم دنیا اور مافیہا سے بے خبر اپنے کھیل میں مگن تھے۔ ادھر گاؤں کا زادِ سفر تیار کیا جا رہا تھا۔ جب تیاری مکمل ہو چکی تو میرے اس بھائی کی والدہ آئیں۔ اور اپنے بیٹے کو اٹھا کر چل پڑیں۔ میں بھی روتا ہوا ان کے پیچھے چلا میری بڑی بہن نے بڑھ کر مجھے گود میں اٹھا لیا اور تسلی دینے لگی اور گاؤں کی حدود تک پیچھے گئیں اس قافلہ کے ساتھ لئے ہوئے بیٹھیں۔ گاؤں کی حد پر چند افراد نے ایک دوسرے سے معانقہ و مصافحہ کیا۔ اور جن افراد نے ٹھہرنا تھا وہ کھڑے رہ گئے۔ اور جانے والوں کا قافلہ چلتا ہوا ہر لمحہ آنکھوں سے دور ہوتا چلا گیا۔ اور آخر درختوں اور فصلوں کی اوٹ میں چھپ گیا۔ گاؤں کے کنارے کھڑے افراد واپس لوٹ آئے اور اپنے کاروبارِ زندگی میں مصروف ہو گئے۔ زمانے کی گرد نے اس پر پردہ ڈال دیا۔

ہمارا خاندان ۹۲ ہجری میں محمد بن قاسم کے ساتھ ہند آیا تھا۔ حجاج بن یوسف نے جو ان دنوں عراق کا والی تھا۔ اپنے چچا زاد بھائی محمد بن قاسم کو سندھ کی مہم کا انچارج مقرر کر کے اس کو اجازت دی تھی کہ وہ عراق اور عرب قبائل میں سے اپنے ساتھ لے جانے کا حق ہے۔ فوج بھرتی کرے۔ محمد بن قاسم کے ساتھ ۱۲ ہزار جنگجو سپاہی آئے تھے۔ اگرچہ مختلف تواریخ میں ان کی تعداد اور قبائل کے متعلق اختلاف ہے۔ عمومی طور پر ۲۰ کے قریب قبائل کے افراد محمد بن قاسم کے ہمراہ آئے تھے ان میں سے کچھ نسلاً عرب تھے اور کچھ کرد نسل سے عراقی تھے۔ ہندوستان کی فتح کی مہم اپنے زوروں پر تھی۔ اور ملتان تک کا علاقہ فتح ہو چکا تھا کہ محمد بن قاسم کو مرکز سے واپس چلے آنے کی ہدایت ہوئی۔ محمد بن قاسم واپس جاتے ہوئے راستہ میں شہید کر دئے گئے۔ ادھر سلیمان بن عبدالملک کی اچانک وفات ہو گئی۔ اس مہم کی سرپرستی مرکز سے نہ ہو پائی۔ اور مفتوحہ علاقہ کے انتظام پر اکتفا کرتے ہوئے فی الحال آگے بڑھنے کا پروگرام ملتوی کر دیا۔

ہمارے بزرگوں نے بتایا کہ ہم بھٹائی قبیلہ کے افراد ہیں۔ سندھ کی فتح کے بعد ہمارے قبیلہ کے کچھ افراد مفتوحہ علاقہ کے انتظام و انصرام کے لئے سندھ میں رہ گئے تھے اور کچھ زخمی جو آگے سفر کے قابل نہیں رہے تھے۔ وہ بھی سندھ میں رہتے۔ باقی قبیلہ بھٹائی ۔ جسے پنجاب میں بھٹی اور سندھ میں بھٹو کہا جاتا ہے۔ اور ان کے ہمراہ بعض اور قبائل کے افراد جیسے قطبی، کاظمی، مہار، اعوان ہراول دستوں کے طور پر ملتان سے آگے چونیاں۔ چھانگا مانگا اور کاہنا کاچھا تک بڑھ آئے تھے۔ چونکہ مرکزیت ختم ہو چکی تھی۔ ادھر آگے بڑھ چکے افراد کو پیچھے سے کوئی ہدایت نہ مل سکی یہ انتظار کرتے رہے اور سامان رسد ختم ہو جانے اور مخالف آبادیوں میں گھر جانے کی وجہ سے جنگلوں میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئے۔ ہمارے قبیلہ کے لوگ تحصیل چونیاں کے علاقہ کے دریا کے ساتھ ساتھ ویرانہ میں چھپے رہے۔ اور دریا کے کنارے مکئی باجرہ وغیرہ کی فصل بو کر اپنے اور اپنے جانوروں کے لئے خوراک پیدا کر لیا کرتے تھے۔

بھٹہ نام کی تشریح کرتے ہوئے ہمارے بزرگوں نے بتایا کہ ہم لوگ چونکہ جلدی فصل حاصل کرنے کی غرض سے مکئی کی فصل زیادہ تر کاشت کرتے تھے۔ خطرہ تھا مخالف آبادیاں جب کبھی ہم پر حملہ آور ہوتیں۔ اور ہم اس علاقہ کو غیر محفوظ پا کر اپنی جگہ تبدیل کرتے تو ہمارے پیچھے چھوڑے ہوئے سامان میں زیادہ مکئی کے بھٹے ان کو ملتے۔ لہٰذا وہ لوگ ہمیں بھٹے کہنے لگ گئے۔ ہمارے بزرگوں میں یہ بات بھی چلی آتی ہے کہ حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہمارے قبیلہ میں سے ایک ولی اللہ بزرگ ہوئے ہیں۔ ہمارے خاندان کا ایک حصہ اب بھی حضرت شاہ عبداللطیف صاحب بھٹائی رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت سے پیر کہلاتا ہے۔ پیر غلام غوث صاحب، پیر فیض احمد صاحب، پیر مشتاق احمد صاحب، پیر صادق علی صاحب ہمارے چچا زاد بھائی ہیں یا پیر محبوب احمد صاحب، پیر غلام محی الدین صاحب ہمارے خالہ زاد بھائی ہیں۔ نیز پیر نذیر احمد صاحب، پیر عبدالرشید صاحب، پیر غلام حسین صاحب بھی قریبی رشتہ دار ہیں۔ اور یہ سب اب تک بقید حیات ہیں۔ اور ابھی تک احمدیت قبول نہیں کی ہے۔ مگر کھلے مخالف نہیں ہیں۔ قادیان میں بھی ۱۹۴۷ء سے قبل آیا کرتے تھے۔ اور ربوہ میں بھی جلسہ سالانہ پر آتے رہے ہیں۔

میرے چچا زاد بھائی مکرم عبدالرشید صاحب نیاز درویش اسی خاندان کے چشم و چراغ تھے آپ کے والد محترم کا نام چوہدری عبدالحکیم صاحب تھا۔ جنہوں نے ریٹائرمنٹ کے بعد ۱۹۳۴ء میں گاؤں عارف والا سے قادیان میں رہائش اختیار کر لی تھی۔

ان دنوں میں دوسری عالمگیر جنگ زوروں پر تھی مہنگائی بڑھ رہی تھی۔ آپ نے قادیان میں احمدیہ سٹار ہوزری میں بطور کلرک ملازمت اختیار کر لی۔ اور آزادی وطن تک اسی سروس میں رہے۔ آپ کثیر العیال تھے۔ دو لڑکیاں اور چھ لڑکے تھے۔

مکرم عبدالرشید صاحب نیاز کی تعلیم کچھ چک ۶ ایل میں اور کچھ عارف والا میں اور درمیان میں ایک دفعہ اور تبادلہ جات میں متاثر ہو گئی تھی۔ آپ پرائمری تک تعلیم پا سکے۔ لیکن عمر کے لحاظ سے آپ ذرا پختہ ہو گئے تھے۔ لہٰذا قادیان آ کر مکرم عبدالرشید صاحب نیاز کو میک ورکس میں کام پر لگا دیا گیا۔ کچھ عرصہ آپ میک لالٹین کی کور بنانے کا کام سیکھتے رہے۔ طبیعت ورثہ میں شگفتہ پائی تھی اور کام کرنے میں سلیقہ اور افسران کی فرمانبرداری ان کی طبیعت کا خاصہ تھا۔ ایک سال بعد آپ کو میک ورکس میں اسٹور کیپر لگا دیا گیا۔ ۱۹۴۵ء کے آخر تک میک ورکس میں کام کیا۔ اور اچھا کیا۔

اکتوبر ۱۹۴۵ء میں آپ کی شادی ہوئی۔ اور ابتداء ۴۶ء میں آپ نے میک ورکس کی ملازمت چھوڑ کر ڈولفن الیکٹرک ورکس قادیان میں بجلی کے روم ہیٹر، [illegible] ہیٹر وغیرہ بنانے کا کام شروع کیا۔ اور تقسیم برصغیر ہند تک اسی کام میں وقت بتایا۔

مورخہ ۳ر اکتوبر کو محلہ جات خالی کر کر آبادی دو مقامات پر سمیٹ لی گئی تھی۔ اس وقت چوہدری عبدالرشید صاحب نیاز بھی مع اپنے والدین بہن بھائی و اہلیہ [illegible] بورڈنگ میں مقیم تھے۔ جس روز بورڈنگ سے شہر اندرون ایریا میں آنے کا حکم ہوا۔ چوہدری عبدالرشید صاحب نیاز نے اپنے والد صاحب کو بارچات دیگر دیگ کو گلے سے پکڑ کر [illegible] ہوئے بھگا کر لنگر خانہ تک لے آئے۔ اور ان ہر دو باپ بیٹوں کو دفتر بیت المال میں قیام کرنے کی ہدایت ہوئی (اس مکان میں آج کل مکرم مولوی برکت علی صاحب کی رہائش ہے)۔

۱۱/ نومبر ۱۹۴۷ء کو ایک انٹرویو پربلڈ ہوئی تھی۔ جس میں قادیان کے ساکنین کو بلایا گیا تھا۔ مکرم و محترم مولوی حضرت جلال الدین صاحب شمس مکرم و محترم حضرت مولوی عبد الرحمن صاحب جٹ۔ و محترم مرزا عبد الحق صاحب انٹرویو لے رہے تھے۔ ہر ایک کا نام اور کوائف معلوم کئے جا رہے تھے۔ اور پوچھا جاتا تھا کہ آپ قادیان میں قیام کے لئے تیار ہیں۔ جو اثبات میں جواب دیتے ان کی فہرست الگ نوٹ کی جاتی اور جو عذر کرتے ان کی فہرست الگ کر لی جاتی۔ دونوں فہرستیں تیار ہو گئیں جانے والوں کی فہرست والے افراد کو اسی روز یا اگلے روز بھجوا دیا گیا۔ اور قیام کرنے والے افراد کی فہرست دکوائف پر دوبارہ نظر ثانی کی گئی۔

حلقہ ناصر آباد کے خدام اور حلقہ اقصیٰ کے خدام کے علاوہ ایک تعداد صدر انجمن احمدیہ کے مستقل کارکنان کی بھی قادیان میں موجود تھی۔ ان کے علاوہ قادیان کے ساکنین میں سے ۱۲۵ افراد قادیان رکھے جانے تھے۔ اس طرح تعداد ۳۱۳ ہو جاتی تھی۔ فہرست لمبی تھی۔ اس لئے ان افراد کے کوائف کو مدنظر رکھ کر نظر ثانی کرتے ہوئے کچھ افراد کے قادیان سے بھجوائے جانے کا فیصلہ کر دیا گیا۔ اور جن لوگوں نے قادیان میں قیام کرنا تھا۔ ان کی فہرست بورڈ پر لگا دی گئی۔ ہم دونوں باپ بیٹا فہرست پڑھنے گئے تو اپنا نام اس فہرست میں نہ پاکر سخت پریشان ہوئے۔ اور محترم حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ ہم دو باپ بیٹوں میں سے کسی ایک کا نام بھی قادیان رہنے والوں میں نہیں آیا۔ حالانکہ ہم دونوں قیام کے لئے تیار ہیں۔ اس پر محترم شمس صاحب نے فہرست پر نظر ڈال کر کہا کہ آپ کے بھائی اور ان کا بیٹا (چوہدری عبد الحلیم صاحب، چوہدری عبد الرشید صاحب نیاز) دونوں قادیان میں مقیم رہنے والوں کی فہرست میں درج ہیں۔ حالانکہ ہم نے سوائے کسی اشد مجبوری کے طے کیا تھا کہ ایک گھر کے دو فرد نہیں رکھے جائیں گے۔

یہ آپ دونوں بھائیوں کے گھر کا معاملہ ہے۔ آپ آپس میں مل کر فیصلہ کر لیں اور مجھے بتا دیں میں فہرست میں اس کے مطابق درستی کر لوں گا۔ لہٰذا ہم چاروں نے باہم بات چیت کر کے طے کیا کہ ایک ایک دونوں گھروں میں سے قادیان سے پہلے خیال کیا کہ دونوں باپ چوہدری عبد الحکیم صاحب و چوہدری عبد الغنی صاحب قادیان ٹھہر جائیں۔ اور دونوں بیٹے بدر الدین عامل و عبد الرشید نیاز چلے جائیں پھر دوبارہ غور کیا تو یہ بات سامنے آئی کہ اس وقت جب کہ پورا خاندان اکھڑ گیا ہے سہارے کی کوئی صورت نہیں ہے۔ پاکستان کے علاقہ میں ہماری کئی مقامات پر جدی زمین و مکانات موجود ہیں ان کے حصول یا فروخت سے خاندان کو سہارا دیا جا سکتا ہے۔ اور یہ کام لڑکوں کے جانے سے حل نہیں ہو گا۔ اس وقت دادا صاحب کی اولاد میں سے پانچ بھائی اور دو بہنیں زندہ ہیں اگر ہم دو ادھر رہ گئے تو باقی بھائی جو کہ پاکستان میں موجود ہیں۔ اس جائیداد کو فروخت کرنے کے مجاز نہیں ہوں گے۔ اور بغیر ایسا کئے گزارہ کی کوئی صورت نہیں ہو گی۔ لہٰذا طے پایا کہ دونوں بیٹے راقم الحروف بدر الدین عامل اور عبد الرشید صاحب نیاز قادیان ٹھہر جائیں۔ اور دونوں بھائی چوہدری عبد الحکیم صاحب و چوہدری عبد الغنی صاحب پاکستان چلے جائیں۔

۱۶/ نومبر ۱۹۴۷ء کو دیگر بزرگان کے ہمراہ ہم دونوں کے والد بزرگ بھی پاکستان چلے گئے۔ میں نے برادرم نیاز صاحب سے کہا کہ وہ بھی میرے ساتھ شیخ محمد نصیب صاحب والے مکان میں آجائیں۔ اس طرح ہم ایک جزب میں سیٹ ہو گئے۔

دوسرے روز ہمیں (عامل و نیاز) چند اور درویشوں کے ہمراہ مکرم ملک نذیر احمد صاحب کی ماتحتی میں مکانات میں سے سامان اکٹھا کر کے اسٹور میں جمع کرنے کے لئے بھجوایا گیا۔ چند روز تو ہم دونوں ملک نذیر احمد صاحب کے ساتھ ہی سامان جمع کرنے کے عمل میں لگے رہے۔ جمع شدہ سامان پر چٹیں لگانا کہ کس مکان سے لیا گیا ہے۔ اور نمبر وار اس کی فہرست بنا کر نظارت امور عامہ کو رپورٹ دینا مکرم ملک نذیر احمد صاحب کا کام تھا۔ یہ کام خاصا مشکل تھا۔ ملک صاحب بڑی پریشانی سے سارا دن لگا کر بھی اس کو پورا نہ کر پاتے اور رات گئے تک رپورٹ لکھنے میں لگے رہتے تب بھی کما حقہٗ رپورٹ تیار نہ ہو پاتی۔ چوتھے پانچویں روز ہم دونوں بھائیوں نے ملک صاحب کو تعاون دینے کا فیصلہ کر لیا۔ جب دوپہر تک سامان جمع کرنے کے رفتار عمل سے فارغ ہوئے تو کھانا کھا کر ہم دونوں ملک نذیر احمد صاحب کے ساتھ لگ گئے اور جلدی جلدی سب سامان پر چٹیں لگا دیں اور اس کی فہرست بھی ہم دونوں نے ملک صاحب کے ساتھ مل کر تیار کر لی اور رپورٹ مغرب کی نماز سے قبل تیار کر کے ملک صاحب کو دی کہ وہ محترم ناظر صاحب امور عامہ کو دے آئیں۔ ملک صاحب جب خلاف معمول جلدی رپورٹ لے کر گئے تو محترم مولوی برکات احمد صاحب جو ان دنوں ناظر امور عامہ تھے نے پوچھا کہ آج کیسے اس سرعت سے کام ہو گیا ہے۔ اور رپورٹ کی لکھائی بھی کسی اور کی ہینڈ رائٹنگ ہے۔ تو ملک صاحب نے کیفیت بیان کی محترم ناظر صاحب امور عامہ نے کہا کہ صبح ان دونوں کو میرے پاس لے کر آنا۔

دوسرے روز محترم ناظر صاحب امور عامہ کے سامنے حاضر ہوئے تو آپ بڑی شفقت سے پیش آئے۔ اور کام کی تعریف کی اور کہا کہ ملک صاحب کو اس کام سے فارغ کرنا ہے۔ حلقہ ناصر آباد کے نگران ان کی واپسی کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ آپ دونوں ایک ہفتہ کے اندر اندر پورا کام سمجھ لیں۔ ہم دونوں نے اس ہدایت پر عمل کیا۔ تو ایک ہفتہ بعد مجھے انچارج اسٹور اور برادرم عبد الرشید صاحب نیاز کو نائب انچارج اسٹور مقرر کر دیا گیا۔

ماہ فروری ۱۹۴۸ء تک ہم دونوں اسٹور کیپر کی خدمت پر مامور رہے۔ حلقہ مسجد مبارک (مقامی درویشان) کے نگران مکرم مرزا محمد حیات صاحب مالک شفاخانہ رفیق حیات تھے۔ آپ اپنی بعض مجبوریوں کے باعث ۷/ جنوری ۱۹۴۸ء کو واپس چلے گئے آپ کے جانے کے بعد مکرم صوفی عبد القدیر صاحب نگران حلقہ مقرر ہوئے۔ اور خواجہ عبد الکریم صاحب خالد نائب نگران۔ چونکہ ان دنوں درویشوں کو پانچ روپے ماہوار اور دو وقت لنگر خانہ سے کھانا۔ اور جن کے پارچات و جوتے پھٹ یا ٹوٹ جاتے اس کی جگہ نئی خرید۔ اور درویشوں کی بستر کی ضروریات بیماری کی صورت میں علاج و تیمارداری ان جملہ امور کی انجام دہی نگران حلقہ جات کے سپرد تھی۔ اس لئے خاصا کام دفتری نوعیت کا بھی نگران صاحبان کو کرنا پڑتا تھا۔ مکرم صوفی عبد القدیر صاحب نے نظارت امور عامہ کو لکھا کہ بدر الدین عامل کو آپ اسٹور کی ڈیوٹی سے فارغ کر کے واپس حلقہ میں بھجوا دیں۔ یہ خط و کتابت چل رہی تھی کہ مورخہ ۵/ مارچ ۱۹۴۸ء کو ۱۶ افراد پر مشتمل ایک گروپ خدمت مرکز کے لئے قادیان پہنچا اس گروپ میں مکرم چوہدری عبد العزیز صاحب بھی تھے۔ جو تقسیم ملک سے قبل ایم ای سنڈیکیٹ میں بطور کلرک کام کیا کرتے تھے۔ اور دفتری امور کا اچھا تجربہ رکھتے تھے۔ محترم ناظر صاحب امور عامہ نے مکرم چوہدری عبد القدیر صاحب کو انچارج اسٹور اور مکرم عبد الرشید صاحب نیاز کو نائب انچارج اسٹور مقرر کر کے مجھے فارغ کر کے حلقہ میں واپس بھجوا دیا۔ فروری ۱۹۵۰ء تک مکرم چوہدری عبد القدیر صاحب انچارج اسٹور اور مکرم چوہدری عبد الرشید صاحب نیاز بطور نائب انچارج اسٹور کام کرتے رہے۔

۱۹۴۹ء کے جلسہ سالانہ پر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی طرف سے ارشاد موصول ہوا کہ اب مرکز قادیان کو ہندوستان کا فعال مرکز بنائیں اور دفاتر کی ترتیب کر کے ہندوستان کی جماعتوں کو منظم کریں۔ جنوری فروری ۱۹۵۰ء میں دفاتر کی سیٹنگ ہوتی رہی اور نئی ترتیب میں اسٹور کا شعبہ صیغہ جائیداد کے ساتھ منسلک کر کے مکرم چوہدری عبد الرشید صاحب

کو انچارج اسٹور بنایا گیا۔ اور آپ ۱۹۵۷ء تک اس خدمت کو باحسن ادا کرتے رہے۔ اسٹور کا سلسلہ ۱۹۴۸ء کے ابتدائی چند ماہ تک ہی ترتیب دیا جا چکا تھا۔ اب اس کے انتظام و انصرام میں یہ ذمہ داری شامل ہو گئی تھی کہ سنہ ۱۹۵۱ء میں ہندوستان سے جو خاندان ہجرت کر کے قادیان آئے تھے ان کو گھریلو ضروریات کے لئے اسٹور میں سے حسب سکیل سامان۔ چارپائیاں، کرسیاں، میز، کھانے پینے کے برتن وغیرہ فراہم کرنا۔ اسی طرح جن درویشان کی شادیاں ہوتیں ان کو بھی ایک مقررہ سکیل سے سامان فراہم کیا جاتا۔ یہ سلسلہ ۱۹۵۴ء تک جاری رہا۔ تا آنکہ اسٹور میں موجود تمام وہ سامان جو حسب سکیل دیا جا رہا تھا ختم ہو گیا۔ اور کچھ متفرق قسم کا سامان جیسے جنرل ... گل دان، ٹیبل فین، سیلنگ فین وغیرہ باقی رہ گئے۔ چونکہ یہ سب افراد کو مہیا نہیں ہو سکتے تھے۔ افراد کے مقابلہ میں ایسی اشیاء کی تعداد کم تھی۔ لہذا صدر انجمن احمدیہ نے ایسے سامان کو فروخت کرنے کا فیصلہ فرما دیا۔ اور اگلے دو ماہ میں تمام ایسا سامان فروخت کر کے رقم خزانہ صدر انجمن احمدیہ میں داخل کروا کر اسٹور کا شعبہ بند کر دیا گیا۔ اور مکرم نیاز صاحب کو نظامت جائیداد میں جائیداد و تعمیرات کا محرر اپرنٹس مقرر کر دیا گیا۔ آپ ایک طویل عرصہ اسی پوسٹ پر بڑی محنت سے کام کرتے رہے۔

صدر انجمن احمدیہ کے دفاتر میں کام کر رہے تمام کلرک نان میٹرک تھے سوائے چند ایک کے اور یہ نان میٹرک کارکن اپنے درجہ سوم و دوم کے گریڈ ختم کر چکے تھے۔ اور آگے بڑھنے کی کوئی صورت نہ تھی۔ صدر انجمن احمدیہ نے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ علیہ کی اجازت سے فیصلہ کیا کہ دفاتر میں کام کر رہے نان میٹرک میں سے جو بھی کارکن سروس کمیشن کا مقررہ امتحان پاس کر لے گا وہ میٹرک پاس متصور ہوگا۔ اور اس کو میٹرک پاس کارکنان کے سے ادنیٰ مراعات حاصل ہو جائیں گے۔

صدر انجمن احمدیہ کے اس فیصلہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بہت سے کارکن درویشان نے فائدہ اٹھایا اور میٹرک گریڈ حاصل کیا۔ مکرم نیاز صاحب بھی اس رعایت سے فائدہ اٹھانے والے تھے۔

کچھ عرصہ کے لئے مکرم نیاز صاحب کو دفتر محاسب میں بطور خزانچی بھی کام کرنے کا موقعہ ملا۔ بعد میں آپ کو دفتر آڈیٹر میں بطور نائب آڈیٹر اور چند سالوں بعد آڈیٹر مقرر کر کے آپ کا درجہ نائب ناظر کر دیا گیا۔ اور آپ تاحیات اس عہدہ پر نہایت کامیابی سے خدمت انجام دی۔ ۱۹۸۱ء میں آپ کو دائیں بازو کی طرف ہلکا سا فالج کا اٹیک ہوا تھا۔ فوری طور پر طبی امداد میسر آ گئی اور اگلے ہی روز آپ کو امرتسر لے جا کر ٹیسٹ وغیرہ اور ایکسرے کرائے گئے۔ طبیعت چند روز میں بحال ہو گئی۔ اور آپ پھر سے اپنے فرائض مفوضہ باقاعدگی سے ادا کرنے لگ گئے۔ اسی وقت تشخیص ہوا تھا کہ آپ کو شوگر بھی ہے اور دماغ کی ایک رگ سے بائیں طرف دماغ کی شریان میں خون نکلا ہے۔ مگر فوری علاج سے صورت حال کنٹرول ہو گئی۔ آپ کی اہلیہ صاحبہ کو بھی مختلف عوارض لاحق تھے۔ ان کے بھی ٹیسٹ ہوئے تو معلوم ہوا کہ انہیں بھی شوگر کا عارضہ لاحق ہے۔ دونوں کا علاج اور پرہیز جاری رہا۔ نیاز صاحب کے مزاج میں بڑی شگفتگی طبعی اور ملاحت تھی لطیف مزاح موجود تھا۔ جس روز دونوں میاں بیوی کا شوگر کا ٹیسٹ ہوتا تو آپ کی شوگر زیادہ نکلتی تو مسکراتے ہوئے بتاتے کہ میں فسٹ آیا ہوں۔ (شوگر کے امتحان میں)۔

جون ۱۹۸۶ء کے وسط میں جب میں پاکستان سے واپس آیا تو دیکھا کہ عزیزم نیاز صاحب کو پھر سے دائیں طرف بازو اور ٹانگ پر فالج کا اثر ہوا ہے لیکن اس کے باوجود وہ کام بھی کئے جا رہے ہیں۔ میں نے فوری طور پر مقامی سول ہسپتال کے انچارج ڈاکٹر سے رجوع کیا۔ اس سے قبل ۱۹۸۱ء میں بھی انہیں نیاز صاحب کا علاج کرنے کا موقع ملا تھا۔ بعد معائنہ انہوں نے رائے دی کہ فی الحال میں دو تین دن کی دوائی لکھ دیتا ہوں۔ ان پر سابقہ بیماری کا ہی دوسرا حملہ ہوا ہے۔ انہیں جلد امرتسر دکھا لیا جائے لہذا تین روز بعد امرتسر لے جایا گیا۔ مقامی علاج سے صورت حال بہتر ہو گئی تھی۔ امرتسر میں ڈاکٹر نہرا صاحب کو دکھایا گیا۔ ان کی ہدایت پر ضروری ٹیسٹ بھی کروائے گئے۔ ڈاکٹر صاحب نے تسلی دی کہ حالت بہتری کی طرف مائل ہے اور روز بروز بہتر ہوتی جا رہی ہے۔ اب دس روز کی دوائیاں لے جائیں۔ اور پھر مجھے رپورٹ کریں۔ گھر میں ڈاکٹر صاحب کی ہدایت پر علاج جاری رہا۔ مجھے ایک دو روز میں ربوہ جانے کی ہدایت محترم ناظر صاحب اعلیٰ کی طرف سے ملی ہوئی تھی۔ وہاں ایک جماعتی کام سے جانا ضروری تھا۔ نیاز صاحب کی حالت بہتر پا کر میں نے ربوہ روانگی کا پروگرام بنا لیا۔

ربوہ سے واپسی پر میں نے دیکھا کہ نیاز صاحب کی حالت دگرگوں ہے۔ دایاں بازو و ٹانگ تو متاثر تھی ہی قوت گویائی بھی متاثر ہو گئی ہے۔ فوری امرتسر لے جایا گیا۔ بعد معائنہ ڈاکٹر نہرا صاحب نے گورو نانک ہسپتال میں داخل کرانے کا مشورہ دیا۔ نیز دماغ کا سی ٹی سکین بھی کرنے کی ہدایت کی لہذا آپ کے مشورہ پر ہسپتال میں داخل کرا دیا گیا۔ "سی ٹی سکین" کی رپورٹ ملنے پر معلوم ہوا کہ نیاز صاحب پر تین مرتبہ اٹیک ہوا ہے پہلی مرتبہ چند سال قبل دماغ میں شریان خون پھٹا۔ علاج معالجہ سے رکا ہوا خون جذب ہو کر وہ ماؤف مقام تلف نہیں ہوا بلکہ وہاں پر نہایت پتلی تہہ خون کی جم کر رہ گئی۔ اور صورت حال کنٹرول ہو گئی۔ پھر چند ماہ قبل اٹیک ہوا اس دفعہ بھی دماغ میں شریان خون نکلا۔ جو گذشتہ اٹیک سے زیادہ تھا لیکن رک پڑ گئی اور جذب ہو گیا چند ہفتہ تک رکی رہی اور صورت حال بہتر نظر آنے لگی۔ تیسری مرتبہ پھر حملہ ہوا تو قوت گویائی بھی متاثر ہوئی۔ محترم امیر صاحب جماعت احمدیہ قادیان، محترم ناظر صاحب اعلیٰ کے مشورہ اور ہدایت پر چنڈی گڑھ میں داخل کرانے کا پروگرام بنا ہوا تھا۔ خاکسار اور محترم فضل الٰہی خان صاحب چنڈی گڑھ گئے اور ڈاکٹر کول صاحب جو دماغ کی امراض کے ماہر سرجن تھے سے گھر پر ملاقات کی۔ مکرم نیاز صاحب کے ٹیسٹ اور ایکسرے و کیٹ سکین دکھلائے۔

ان کی ہدایت پر مورخہ ۱۰ ستمبر ۸۶ء کی درمیانی شب بذریعہ ایمبولنس گاڑی مکرم نیاز صاحب کو چنڈی گڑھ لے جایا گیا۔ اور ڈاکٹر کول صاحب سے ملکر داخل کرا دیا گیا۔ وارڈ کے انچارج ڈاکٹر صاحب نے یہ پابندی لگا دی کہ جب تک دو بوتل خون آپ بلڈ بنک میں جمع نہ کرائیں مریض کو بیڈ نہیں ملے گا۔ بلکہ زمین پر رہنا ہوگا۔ پہلے آپ کے دونوں بیٹے عزیز عبدالوکیل و عبدالقدیم خون دینے گئے۔ بلڈ بنک انچارج نے ان کا ٹیسٹ لے کر کہا کہ ان کا خون نہیں چل سکے گا۔ پھر میں نے اور مکرم خان صاحب نے اپنا خون پیش کیا۔ میرا وزن اور عمر معلوم کر کے اسی طرح مکرم خان صاحب کی عمر معلوم کر کے خون لینے سے انکار کر دیا۔ ہم چنڈی گڑھ سے قادیان پہنچے اور یہاں خدام الاحمدیہ کے قائد صاحب کے ذریعہ سے تحریک کی گئی۔ دو احمدی نوجوان مکرم فلاح الدین صاحب اور مکرم منیر احمد صاحب ... تیار ہوئے۔ خون جمع کرا دیا گیا۔ نیاز صاحب کو بیڈ دے دیا گیا۔ ... کو رات آٹھ بجے نیاز صاحب کو آپریشن روم لے جایا گیا۔ بعد آپریشن ساڑھے بارہ بجے آپ کو کمرہ میں لایا گیا اور ڈاکٹر نے بتایا آپریشن کامیاب ہوا ہے مگر حالت بدستور کمزوری کی طرف مائل تھی۔ وارڈ میں لا کر پھر خون چڑھایا گیا مگر قبل اس کے کہ وہ خون کی بوتل ختم ہوتی جو آپ کو چڑھائی جا رہی تھی آپ اپنے مولائے حقیقی کے حضور میں حاضر ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے اور حضرت مسیح موعود کے قرب میں جگہ دے۔ آمین۔ بیماری سے چند ماہ قبل آپ نے خواب میں دیکھا کہ مکرم بھائی عبدالرحیم صاحب دیانت درویش مرحوم اور بشیر خان صاحب درویش مرحوم و مکرم مستری محمد حسین صاحب درویش مرحوم اور خود نیاز صاحب بہشتی مقبرہ میں قبر کے قریب کھڑے ہیں۔ نیاز صاحب کے الفاظ میں چند کا خواب یہی تھی بشیر احمد خان صاحب نے کہا کہ آؤ چلیں

(باقی ملاحظہ کریں صفحہ ۱۲ پر)

مکرم چوہدری کیپٹن محمد حسین صاحب چیمہ مرحوم کا ذکر خیر

از ۔ مکرم مولوی محمد انعام صاحب غوری ناظر دعوۃ و تبلیغ قادیان

محترم کیپٹن محمد حسین صاحب چیمہ مرحوم جو جماعت احمدیہ لندن کے ایک مقبول فرد تھے ۔ گذشتہ سال صد سالہ جلسہ سالانہ کے موقعہ پر مورخہ یکم جنوری ۱۹۹۲ء کو قادیان میں وفات پا گئے ۔ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے "گلشن احمد" قادیان میں ان کی نماز جنازہ پڑھائی ۔ اللھم اغفرلہ و ادخلہ فی جنت النعیم ۔

سیدنا حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ ۳/۱/۹۲ء میں مرحوم و مغفور کا ذکر خیر کرتے ہوئے فرمایا :۔

"کیپٹن محمد حسین صاحب چیمہ جماعت احمدیہ انگلستان کے ایک بہت ہی پیارے اور ہر دلعزیز انسان تھے ۔ بڑی عمر کے باوجود ان کا دل جوان تھا ۔ اُن کا جسم جوان تھا ۔ ہر قسم کے مقابلوں میں حصہ لیتے ۔ ہر وقت مسکراتے رہتے ۔ اور بڑی عمر میں دین کی خدمت کا ایسا جذبہ تھا کہ ایک دفعہ میں نے تحریک کی کہ گورمکھی جاننے والے ہمارے پاس کم رہ گئے ہیں تو اُنہوں نے بڑی محنت کے ساتھ گورمکھی زبان سیکھی اور اس میں بہت اعلیٰ سرٹیفکیٹ حاصل کئے ۔ اُن کی گورمکھی کی جو تحریریں میں نے دیکھی ہیں ہندوستان میں بھی چھپتی رہی ہیں ۔ اُن کی کتابت ایسی خوبصورت تھی کہ آدمی حیران رہ جاتا تھا ۔ یہ سب کام اُنہوں نے اس عمر میں نئے ولولے اور جوش سے سیکھے ۔ انگلستان کی جماعت میں تو یہ ایک خلاء ہے جو ہر حال رہے گا ۔ جماعت ہمیشہ اُن کو یاد رکھے گی ۔ ان کے لئے دعائیں کرتی رہے گی ۔ باقی دنیا کی جماعتوں کو بھی میں درخواست کرتا ہوں کہ ان کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں ۔ ان کی بڑی خواہش تھی کہ قادیان میں دفن ہوں اس خواہش کا اظہار وہ مجھ سے بھی کر چکے تھے اور یہ بھی بڑی خواہش تھی کہ میں جنازہ پڑھاؤں ۔ تو قادیان میں اُن کی اچانک وفات سے ان کی یہ دونوں دلی خواہشات پوری ہو گئیں ۔ بہشتی مقبرہ میں اُن کو تدفین نصیب ہوئی ۔ مجھے ان کی قبر پر جاکر دعا کی بھی توفیق ملی ۔"

(بدر مورخہ ۱۳ فروری ۱۹۹۲ء)

خلیفۂ وقت نے جس شخص کی خوبیوں کا بطور خاص تذکرہ فرمایا ہو وہ ایک ایسا خراج تحسین ہوتا ہے جس کے بعد وہ شخص کسی اور کی تعریف و توصیف کا محتاج نہیں رہتا ۔ لیکن محض اس خیال سے کہ مرحوم کی بعض خوبیاں جو قابل تقلید تھیں اُن کا تذکرہ نہ صرف اُن کے اپنے خاندان کے لئے بلکہ دیگر احباب جماعت کے لئے بھی ازدیاد علم و ایمان کے علاوہ عملی تقلید کی طرف بھی راغب کر سکتا ہے ۔ خاکسار مرحوم کے ذکر خیر میں ایک مختصر نوٹ قارئین بدر کی نذر کرنے کی توفیق حاصل کر رہا ہے ۔

مرحوم چوہدری محمد حسین صاحب چیمہ سے پہلے میں واقف نہیں تھا ۔ جلسہ سالانہ قادیان پر آیا کرتے تھے ۔ چند سال قبل جلسہ پر ملاقات ہوئی ۔ پھر سنہ ۸۹ء میں جب گورمکھی زبان سیکھنے اور گیانی کا کورس کرنے کی غرض سے قادیان آئے ، اور قریباً چھ ماہ یہاں رہ کر مختلف اساتذہ سے ٹیوشن لیتے رہے پھر ٹائپ کرنا سیکھا اور لندن واپس جاکر گیانی کا امتحان پاس کیا ۔ تو اس قیام کے دوران موصوف کے ساتھ تفصیلی ملاقاتوں کا موقع ملتا رہا قریب سے ان کے اخلاق ، عادات و اطوار کو دیکھنے کا موقع ملا ۔

مرحوم فوجی آدمی تھے ۔ حضرت مصلح الموعودؓ کے محافظ خاص کے طور پر بھی خدمت کا موقع ملا ۔ بڑی اچھی صحت کے مالک تھے اور خاص بات یہ تھی کہ حفظان صحت کا نہایت باریکی کے ساتھ خیال رکھتے تھے ۔ یہی وجہ تھی کہ ستر بہتر برس سے زائد عمر ہونے کے باوجود نوجوانوں جیسی پھرتی اور استعداد موجود تھی ۔ گورمکھی زبان سیکھنے کے دوران مسلسل دس دس گھنٹے تک بھی کام کرتے رہے ہیں ۔

قیام قادیان کے دوران ایک روز کہنے لگے کہ تازیست اب ہر سال سالانہ اجتماع انصار اللہ بھارت اور جلسہ سالانہ پر آنے کا عزم کر لیا ہے ۔ بھارت اجتماع میں "لقائے الٰہی کے ذرائع" کے عنوان پر ہر جلسہ وار تقریر کرنے کا عزم کر لیا تھا ۔ چنانچہ سنہ ۹۰ء اور سنہ ۹۱ء کے دو سالانہ اجتماع پر اس عنوان پر پوری تیاری کے ساتھ تقریر تیار کر کے لائے اور اس عہد کو نبھایا ۔

پنجگانہ نمازوں کے التزام کے علاوہ عابد شب زندہ دار تھے ۔ رمضان المبارک کے روزے تو رکھتے ہی تھے اس کے علاوہ ہفتہ میں دو دن ہر جمعرات اور سوموار کو باقاعدگی کے ساتھ نفلی روزہ رکھا کرتے تھے ۔ ایک اور عجیب مشغلہ روزانہ کا یہ تھا کہ کیلنڈر کے مطابق تاریخ وار قرآن کریم کی تلاوت کیا کرتے تھے ۔ یعنی یکم تاریخ کو پہلا پارہ ۱۵ کو پندرہواں اور ۳۰ تاریخ کو تیسواں پارہ مکمل کر لیتے تھے ۔ جو پارہ پڑھتے وہی تاریخ اُس دن ہوا کرتی ۔ اس طرح ہر مہینہ قرآن کریم کا ایک دور مکمل کرنے کی توفیق ملتی ۔ نہایت حکمت کے ساتھ مجھے بھی اس نیکی کی طرف راغب کرنے کی کوشش کرتے رہے ۔ وفات سے قبل جب ربوہ سے جلسہ سالانہ قادیان پر تشریف لائے تو قرآن کریم کا ایک جیبی سائز کا نسخہ بطور ہدیہ دیا ۔ جزاہ اللہ خیراً جزیلاً ۔

خاکسار کو بطور نمائندہ انصار اللہ ۱۹۹۰ء میں انگلستان کے جلسہ سالانہ میں شمولیت کیلئے لندن جانے کا موقع ملا تو چوہدری محمد حسین صاحب چیمہ مرحوم سے اکثر ملاقاتیں ہوتی رہتی تھیں ۔ گھر سے مسجد فضل تک سائیکل پر آتے جاتے تھے اور باقاعدگی سے تیر اکی بھی سوئمنگ پول جایا کرتے تھے ۔ پریس ٹیلیکس کے آنریری ورکر تھے نیز خواجہ کلب کے ممبر تھے ۔ خاکسار اور اراکین وفد کو اپنے گھر بلایا اور بہت محبت سے پیش آئے ۔ واپسی کے دن صبح ہی سے ہمارے ساتھ تیاری میں معاونت فرماتے رہے ۔ صبح کے ناشتہ میں مولانا عطاء المجیب صاحب کے گھر ہمارے ساتھ بیٹھ کر خوش مزاجی کے ساتھ سب کا دل بہلاتے رہے اس دن نفلی روزہ رکھے ہوئے تھے اس کے باوجود ایئر پورٹ تک ہمارے ساتھ آئے ۔ اور اندر تک ساتھ آکر سامان تلوائے اور دیگر امور کی تکمیل میں تعاون فرماتے ہوئے دعاؤں کے ساتھ رخصت کیا ۔ جزاک اللہ احسن الجزاء ۔

مالی قربانیوں میں بھی پیش پیش تھے ۔ حضور اقدس کی منظوری سے قریباً نصف لاکھ روپے کے یونٹ خرید کر اس کی آمد مدرسہ احمدیہ قادیان کے ذہین طلباء اور مقالہ نویسی میں پوزیشن حاصل کرنے والوں میں انعامات تقسیم کرنے کیلئے اور خدمت خلق کے کاموں پر خرچ کرنے کی وصیت کی ہے ۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء ۔

غرض کہ مرحوم بہت سی خوبیوں کے مالک تھے ۔ بڑے ہی ملنسار اور متواضع اور منکسر المزاج اور نہایت خوش خلق تھے ۔ بچے ، جوان ، بوڑھے سب ہی اُن سے ملنے اور گفتگو کرنے میں دلی اپنائیت محسوس کرتے تھے ۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو غریق رحمت فرمائے اور اپنے پیاروں محبوبوں کے ساتھ اعلیٰ علیین میں مقام قرب نصیب فرمائے اور انکے افراد خاندان کو بھی اور ہم سب کو انکے نیک نقش قدم پر چلنے کی توفیق بخشے آمین ۔

(بقیہ صفحہ ...) مستری محمد حسین صاحب

ان دونوں مرحوم درویشان کے ساتھ کنوئیں والی قبر میں پڑے ہیں ۔ نیاز صاحب نے کہا کہ آپ چلیں میں یہ کیا خواب دیکھ رہا ہوں ۔ یہ خواب اپنے اہل خانہ کو سنائی اور حسب توفیق صدقہ بھی دیا ۔ مستری محمد حسین صاحب کی وفات ۱۸/۸/۸۶ء کو اور نیاز صاحب کی وفات ۸/۸/۸۶ء گویا بالکل ۲۰ روز بعد ہوئی ۔

آپ کو اللہ تعالیٰ نے گیارہ بچے عطا فرمائے ۔ پانچ بچے کم سنی میں ہی وفات پا گئے ۔ تین بچیاں اور تین لڑکے آپ کی یادگار ہیں ۔ آپ سنجیدہ مزاج تھے ۔ اور طبیعت میں طنز اور مزاح بھی ودیعت ہوا تھا ۔ مجلس میں بیٹھے ہوتے تو کوئی اچھی خاص بات اس طور پر کہہ جاتے کہ لطیفہ و قہقہہ زار بن جاتی مزاح کو ذاتی خارجی نہیں ہے یہ چھپا ہوا خلقہ ہوتا ہے ۔ الفاظ میں واقعات میں گفتگو میں افعال میں حرکات میں ڈھونڈنے والی نگاہ اسے کھوج نکالتی ہے ۔ ایک مرتبہ ایک مجلس میں ذکر ہو رہا تھا کہ دفاتر میں بعض کارکنان دیر کر کے آتے ہیں ۔ مکرم نیاز صاحب آڈیٹر تھے ۔ آڈیٹر کی نگاہ خوبی کم خامیوں پر رہتی ہے ۔ کہنے لگے بھائی بعض اوقات تو اس قسم کی مجبوری آن پڑتی کہ رہ نہیں سکتے ۔ آپ میں بہت سی خوبیاں تھیں ۔ اور بڑے وفادار درویش تھے ۔ بچپن سے ہی سادہ گذارا اور علم جوانی میں دونوں درویشی راہ پڑے اور ساتھ ساتھ ہے ۔ واقعات کا اس قدر ہجوم ہے کہ یہ مختصر مضمون ان کا متحمل نہیں ہو سکتا ۔

زندگی کا یہ شعلہ جو ۵۸ سال تک لو دیتا رہا اب تہہ خاک مدفون ہے ۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات کو بلند فرمائے ۔ اور آپکی اولاد کے مستقبل کو روشن اور تابناک بنائے ۔ آمین ۔

مدلل ومسکت جوابات

(قسط ۱۵)

راہِ ھُدیٰ

تحریر ـــ ایم کے خالد

دیوبندی عالم محمد یوسف صاحب لدھیانوی کے رسالہ "قادیانیوں کو دعوت اسلام" کے جواب میں

(ادارہ)

بزرگانِ اُمّت کی نظر میں مہدی معہود اور مسیح موعود کا مقام

لدھیانوی صاحب اعتراض کرتے ہیں کہ تیرہ سو سال میں اُمّتِ محمدیہ میں سے کوئی شخص بھی اس بات کا قائل نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثتِ ثانیہ ہوگی اور کوئی شخص آپ کا ظل اور بروز بن کر آئے گا۔

قارئین کرام لدھیانوی صاحب کے اس اعتراض کی تردید ہم فصلِ اوّل میں مفصل کر چکے ہیں یہاں دوبارہ بزرگانِ اُمّت کے بعض ایسے اقوال پیش کرتے ہیں جن میں اُمّتِ محمدیہ میں آنے والے مہدی معہود اور مسیح موعود کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری بعثت کا مظہر اور آپ کا ظلّ اور بروز قرار دیا گیا ہے۔

ان تحریرات سے آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ مولوی صاحب بزرگانِ اُمّت کے ان عقائد اور تعلیمات سے آشنا ہی نہیں تو پھر ان کو مذہبی امور میں ایسے دعوے کرنے کا کوئی حق نہیں یا پھر ان سب باتوں کا علم رکھنے کے باوجود محض جھوٹ سے کام لیتے ہوئے عوام الناس کو گمراہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ایسی تحریریں اُمّتِ مسلمہ کے لٹریچر میں کثرت سے موجود ہیں جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثتِ ثانیہ کا ذکر ہے اور آنے والے موعود کو اپنے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ظلّ اور بروز قرار دیا گیا ہے۔

(۱) حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدّث دہلوی رح جنہیں دیوبندی بھی بارھویں صدی ہجری کا مجدد قرار دیتے ہیں فرماتے ہیں۔

"اعظم الانبیاء شاناً من له نوع اخر من البعث ایضا وذلك ان یكون مراد الله تعالی فیه ان یكون سببا لخروج الناس من الظلمات الی النور وان یكون قومه خیر امة اخرجت للناس فیكون بعثه یتناول بعثا اخر"

(حجۃ اللہ البالغہ جلد اوّل باب حقیقۃ النبوۃ وخواصہا صفحہ ۸۳ مطبوعہ مصر ۱۲۸۶ھ)

"یعنی شان میں سب سے بڑا نبی وہ ہے جس کی ایک دوسری قسم کی بعثت بھی ہوگی اور وہ اس طرح ہے کہ مراد اللہ تعالیٰ کی دوسری بعثت میں یہ ہے کہ وہ تمام لوگوں کو ظلمات سے نکال کر نور کی طرف لانے کا سبب ہو اور اس کی قوم خیر امت ہو جو تمام لوگوں کے لئے نکالی گئی ہو لہٰذا اس نبی کی پہلی بعثت دوسری بعثت کو بھی لئے ہوئے ہوگی"

اسی طرح حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بروزِ حقیقی کی اقسام بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

اما الحقیقی فعلی ضروب.... وتارة اخری بان تشتبك بحقیقة رجل من اله او المتوسلین الیه كما وقع لنبینا صلی الله علیه وسلم بالنسبة الی ظهور المهدی۔

(تفہیمات الٰہیہ فارسی جزو ثانی تفہیم نمبر ۲۲۷ از حضرت شاہ ولی اللہ ناشر شاہ ولی اللہ اکادمی حیدرآباد سندھ۔ مطبوعہ مطبع حیدری حیدرآباد سندھ ۱۹۶۷ء۔ ۱۳۸۷ھ)

یعنی حقیقی بروز کی کئی اقسام ہیں...... کبھی یوں ہوتا ہے کہ ایک شخص کی حقیقت میں اس کی آل یا اس کے متوسلین داخل ہو جاتے ہیں جیسا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مہدی سے تعلق میں اس طرح کی بروزی حقیقت وقوع پذیر ہوگی۔ یعنی مہدی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حقیقی بروز ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رح اپنی کتاب الخیر الکثیر میں فرماتے ہیں۔

حق له ان ینعكس فیه انوار سید المرسلین صلی الله علیه وسلم ویزعم العامة انه اذا نزل الی الارض كان واحدا من الامة كلا بل هو شرح للاسم الجامع المحمدی ونسخة منتسخة منه فشتان بینه وبین احد من الامة

(الخیر الکثیر صفحہ ۷۲ مطبوعہ بجنور)

یعنی اُمّتِ محمدیہ میں آنے والے مسیح کا حق یہ ہے کہ اس میں سید المرسلین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار کا انعکاس ہو۔ عوام کا خیال ہے کہ مسیح جب زمین کی طرف نازل ہوگا تو وہ صرف ایک امتی ہوگا۔ ایسا ہرگز نہیں بلکہ وہ تو اسم جامع محمدی کی پوری تشریح ہوگا اور اسی کا دوسرا نسخہ ہوگا پس اس میں اور ایک عام امتی کے درمیان بہت بڑا فرق ہے۔

اس عبارت میں حضرت شاہ صاحب رح نے آنے والے مسیح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار کا پورا عکس اور آپ کا کامل ظلّ و بروز قرار دیا ہے۔

(۲) حضرت امام عبد الرزاق قاشانی رحمۃ اللہ علیہ کی شرح فصوص الحکم میں لکھا ہے۔

"المهدی الذی یجیئ فی اخر الزمان فانه یكون فی الاحكام الشرعیة تابعا لمحمد صلی الله علیه وسلم وفی المعارف والعلوم والحقیقة تكون جمیع الانبیاء والاولیاء تابعین له كلهم..... لان باطنه باطن محمد صلی الله علیه وسلم"

(شرح فصوص الحکم از مولانا عبد الرزاق قاشانی رح مطبوعہ مصر صفحہ ۵۲)

یعنی آخری زمانے میں آنے والا مہدی احکامِ شرعیہ میں تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تابع ہوگا۔ لیکن علوم و معارف اور حقیقت میں آپ کے سوا تمام انبیاء اور اولیاء مہدی کے تابع ہونگے کیونکہ مہدی کا باطن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا باطن ہے۔ یہ قول سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ اس میں بھی انہوں نے امام مہدی کے باطن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا باطن قرار دے کر انہیں آپ کا عکس اور ظلّ و بروز ہی قرار دیا ہے۔

(۳) شیخ محمد اکرم صاحب صابری لکھتے ہیں:۔

"محمد بود کہ بصورت آدم در مبداء ظہور نمود یعنی بطور بروز در ابتداء عالم، روحانیت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم در آدم متجلی شد۔ و ہم او باشد کہ در آخر بصورت خاتم ظاہر گردد یعنی در خاتم الولایت کہ مہدی است نیز روحانیت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بروز و ظہور خواہد کرد و تصرفہا خواہد نمود۔"

(اقتباس الانوار صفحہ ۵۲)

یعنی وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھے جنہوں نے آدم کی صورت میں دنیا کی ابتدا میں ظہور فرمایا یعنی ابتدائے عالم میں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت بروز کے طور پر حضرت آدم میں ظاہر ہوئی اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہونگے جو آخری زمانہ میں خاتم الولایت امام مہدی کی شکل میں ظاہر ہونگے یعنی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت مہدی میں بروز اور ظہور کرے گی۔

اس عبارت میں بھی امام مہدی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بروز قرار دیا گیا ہے۔

(۴) حضرت ملا جامی خاتم الولایت امام مہدی کے درجے کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"فمشكوة خاتم الانبیاء هی الولایة التامة المحمدیة وهی بعینها مشكوة خاتم الاولیاء لانه قائم بمظهریتها۔"

(شرح فصوص الحکم ہندی صفحہ ۶۹)

یعنی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مشکوٰۃ باطن ہی محمدی ولایت خاصہ ہے اور وہی بجنسہٖ خاتم الاولیاء (حضرت امام مہدی علیہ السلام) کا مشکوٰۃ باطن ہے۔ کیونکہ امام موصوف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہی مظہر کامل ہیں۔

اس عبارت میں بھی امام مہدی

کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات کا مظہر اور بروز قرار دیا گیا ہے۔

(۵) عارف ربّانی محبوب سبحانی حضرت سیّد عبدالکریم جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

"اس (یعنی امام مہدی۔ ناقل) سے مراد وہ شخص ہے جو صاحب مقام محمدی ہے اور ہر کمال کی بلندی میں کامل اعتدال رکھتا ہے۔"

انسان کامل اردو۔ باب نمبر۶۱۔ علامات قیامت کے بیان میں۔ صفحہ ۲۷۰۔ مطبوعہ اسلامیہ سٹیم پریس لاہور۔ باراول)

(۶) حضرت خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

"حضرت آدم صفی اللہ سے لے کر خاتم الولایت امام مہدی تک حضور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بارز ہیں۔ پہلی بار آپ نے حضرت آدم علیہ السلام میں بروز کیا ہے اور پہلے قطب حضرت آدم علیہ السلام ہوئے ہیں۔ دوسری بار حضرت شیث علیہ السلام میں بروز کیا ہے اس طرح تمام انبیاء اور رسل صلوات اللہ علیہم میں بروز فرمایا ہے یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جسد عنصری (جسم) سے تعلق پیدا کر کے جلوہ گر ہوئے اور دائرہ نبوت کو ختم کیا۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضؓ میں بروز فرمایا ہے پھر حضرت عمرؓ میں بروز فرمایا پھر حضرت عثمانؓ میں بروز فرمایا۔ اس کے بعد حضرت علیؓ میں بروز فرمایا ہے۔ اس کے بعد دوسرے مشائخ عظام میں نوبت بہ نوبت بروز کیا ہے اور کرتے رہیں گے حتیٰ کہ امام مہدی میں بروز فرماویں گے۔ پس حضرت آدمؑ سے امام مہدی تک جتنے انبیاء اور اولیاء قطب مدار ہوئے ہیں۔ تمام روح محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مظاہر ہیں۔ اور روح محمدی نے ان کے اندر بروز فرمایا ہے۔ پس یہاں دو روح ہوئے ہیں ایک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روح جو بارز ہے دوسری اس نبی یا ولی کی روح جو مبروز فیہ اور مظہر ہے۔"

(مقابیس المجالس المعروف بہ اشارات فریدی حصّہ دوم صفحہ ۱۱۲-۱۱۱ مؤلف رکن الدین مطبوعہ مفید عام پریس آگرہ)

اس عبارت سے بھی پتہ چلتا ہے کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء کرام اور امت میں پیدا ہونے والے جملہ اولیاءؒ اور مجددینؒ سب کے سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بروز بن کر آئے تھے اسی طرح امام مہدی بھی بروز محمد صلی اللہ علیہ وسلم بن کر آئے گا۔

آپ نے بروزیت اور عینیت کے متعلق گذشتہ بزرگوں کے حوالے تو پڑھ لئے ہیں لیکن آپ کو چونکہ امتِ محمدیہ میں ایسی شان کے آدمی پیدا ہونے پر شدید اعتراض ہے۔ اس لئے ہم آپ کو آپ کے بزرگ قاری محمد طیب صاحب کے الفاظ یاد دلاتے ہیں کہ آپ سب کا یہ عقیدہ ہے کہ اگر عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ دنیا میں تشریف لائے تو نہ صرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے عین اور بروز ہونگے بلکہ شانِ خاتمیت رکھتے ہوں گے۔

(۷) دیوبندی فرقہ کے بانی حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے نواسے قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند آنے والے مسیح کی شان بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"لیکن پھر سوال یہ ہے کہ جب خاتم الدجالین کا اصلی مقابلہ تو خاتم النبیین سے ہے مگر اس مقابلہ کے لئے نہ حضور کا دنیا میں تشریف لانا مناسب' نہ صدیوں باقی رکھا جانا شایان شان، نہ زمانہ نبوی میں مقابلہ ختم قرار دیا جانا مصلحت اور ادھر ختم دجالیت کے استیصال کے لئے چھوٹی موٹی روحانیت تو کیا بڑی سے بڑی ولایت بھی کافی نہ تھی عام مجددین اور ارباب ولایت اپنی پوری روحانی طاقتوں سے بھی اس سے عہدہ برآ نہ ہو سکتے تھے جب تک کہ نبوت کی روحانیت مقابل نہ آئے۔ بلکہ محض نبوت کی قوت بھی اس وقت تک مؤثر نہ تھی جب تک کہ اس کے ساتھ ختم نبوت کا پاور شامل نہ ہو تو پھر شکست دجالیت کی صورت بجز اس کے اور کیا ہو سکتی تھی کہ اس دجالِ اعظم کو نیست و نابود کرنے کے لئے امت میں ایک ایسا خاتم المجددین آئے جو خاتم النبیین کی غیر معمولی قوت کو اپنے اندر جذب کیے ہوئے اور ساتھ ہی خاتم النبیین سے ایسی مناسبت تامہ رکھتا ہو کہ اس کا مقابلہ بعینہٖ خاتم النبیین کا مقابلہ ہو۔ مگر یہ بھی ظاہر ہے کہ ختم نبوت کی روحانیت کا انجذاب اسی مجدد کا قلب کر سکتا تھا جو خود بھی نبوت آشنا ہو محض مرتبہ ولایت میں یہ تحمّل کہاں کہ وہ درجۂ نبوت بھی برداشت کر سکے۔ چہ جائیکہ ختم نبوت کا کوئی انعکاس اپنے اندر اتار سکے۔ نہیں بلکہ اس انعکاس کے لئے ایک ایسے نبوت آشنا قلب کی ضرورت تھی جو فی الجملہ خاتمیت کی شان بھی اپنے اندر رکھتا ہو۔ تاکہ خاتم مطلق کے کمالات کا عکس اس میں اتر سکے۔ اور ساتھ ہی اس خاتم مطلق کی ختم نبوت میں فرق بھی نہ آئے اس کی صورت بجز اس کے اور کیا ہو سکتی تھی کہ انبیائے سابقین میں سے کسی نبی کو جو ایک حد تک خاتمیت کی شان رکھتا ہو اس امت میں مجدد کی حیثیت سے لایا جائے جو طاقت تو نبوت کی لئے ہوئے ہو مگر اپنی نبوت کا منصب تبلیغ اور مرتبہ تشریع لئے ہوئے نہ ہو بلکہ ایک امتی کی حیثیت سے اس امت میں کام کرے اور خاتم النبیین کے کمالات کو اپنے واسطے سے استعمال میں لائے۔"

(تعلیماتِ اسلام اور مسیحی اقوام صفحہ ۲۲۸ / ۲۲۹)

درحقیقت کفر و اسلام کی بحث میں جماعت احمدیہ کا مسلک کسی دوسرے فرقے سے الگ نہیں۔ امتِ محمدیہ کے تمام بڑے بڑے فرقے باوجود اس کے کہ یہ تسلیم کرتے ہیں کہ سبھی کلمہ گو ہیں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے قائل ہیں پھر بھی دیگر وجوہات اور اختلافِ عقائد کی بناء پر ایک دوسرے پر فتوے لگاتے ہیں۔ احمدی جب دوسرے مسلمانوں پر کفر کا فتویٰ لگاتے ہیں تو محض اس بناء پر کہ وہ خود حضرت مرزا صاحب کو امام مہدی تسلیم کرنے سے کھلا کھلا انکار کرتے ہیں۔ پس عقلاً احمدیوں کے لئے کوئی اور راہ ہی نہیں رہتی کہ وہ جس کو خدا کا بھیجا ہوا امام تسلیم کریں اس کے منکر کو کافر قرار دیں یہ کوئی غلط بات دوسروں کی طرف منسوب نہیں کی جا رہی یہ ایسی بات ہے جس پر وہ خود فخر کرتے ہیں کہ اس بات پر کفر کا فتویٰ لگایا جاتا ہے۔

پس اگر لدھیانوی صاحب امام مہدی کے انکار کرنے پر فخر کرتے ہیں۔ تو ان کو کفر کے فتویٰ سے تکلیف کیوں ہوتی ہے۔ انہیں یہی کہنا چاہیئے کہ اگر یہ کفر ہے ہم اس پر فخر کرتے ہیں دیکھیئے کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود علیہ السلام نے ایک نوع کے کفر پر کس شان سے اظہار فخر فرمایا ہے۔

فرمایا

ع بعد از خدا بعشق محمدؐ مخمرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

(ازالہ اوہام روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۱۸۵)

کہ خدا کے بعد اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق میں گرفتار ہونا ہی کفر ہے تو بخدا میں سخت کافر ہوں۔

اب آخر پر ہم آپ کو بتاتے ہیں کہ خود لدھیانوی صاحب معترض کا اپنا یہ عقیدہ ہے کہ جس کو یہ سچا مہدی سمجھیں گے اس کا منکر کافر ہو گا کیونکہ امام خدا بناتا ہے جس امام کو خدا بنائے اسکے انکار پر کفر لازم آتا ہے۔ پس اگر یہ عقیدہ لدھیانوی صاحب اختیار کریں۔ تو یہ عقیدہ جرم اور گناہ نہیں اور اگر احمدی یہی عقیدہ اختیار کریں تو یہ جرم اور گناہ بن جاتا ہے۔ یہ کونسی شرافت ہے اگر ہم یہ غلط کہتے ہیں تو لدھیانوی صاحب یہ اعلان کرائیں اور کثرت سے اس اعلان کو شائع کرائیں کہ امام مہدی کا منکر اور ان پر سب و شتم کرنے والا ہرگز کافر نہیں ہو گا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

"قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَنْکَرَ خُرُوْجَ الْمَھْدِیِّ فَقَدْ اَنْکَرَ بِمَا اُنْزِلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ"

(ینابیع المودہ الباب الثامن والسبعون از علامہ الشیخ سلیمان بن شیخ ابراہیم المتوفی ۱۲۹۴ھ)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے مہدی کے ظہور کا انکار کیا اس نے گویا ان باتوں کا انکار کیا جو محمدؐ پر نازل ہوئیں۔

پھر آپؐ فرماتے ہیں:

"مَنْ کَذَّبَ بِالْمَھْدِیِّ فَقَدْ کَفَرَ"

حج الکرامہ صفحہ ۳۵۱ از نواب سید محمد صدیق حسن خاں بھوپالوی مطبع شاہجہان پریس بھوپال)

جس نے مہدی کو جھٹلایا اس نے کفر کیا۔

اب ہم اس باب کو ختم کرتے ہیں۔ ہر اعتراض کا ترکی بہ ترکی جواب ٹھوس اور مدلل حوالہ جات کے ساتھ پیش کر دیا ہے۔

پس ایک دفعہ پھر خدا تعالیٰ کو گواہ کر کے کہتے ہیں کہ یہ انیسکے انیس اعتراض جو ان لدھیانوی صاحب نے اٹھائے ہیں یہ سراسر باطل اور جھوٹے اور حقیقت کے خلاف ہیں ہم ان کا معاملہ حوالہ بخدا کرتے ہیں۔ ہماری جگہ اگر غالب ہوتا تو شاید اپنا یہ مصرعہ پڑھ دیتا کہ

"وہ کافر جو خدا کو بھی نہ سونپا جائے ہے مجھ سے"

باقی آئندہ

فتح اور کامیابی ہمارا مقدر ہے
(ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الثالث)

نظامِ وصیّت میں شامل ہونے والے "نظامِ نو" کی بنیاد رکھنے میں حصہ دار ہیں!

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام رسالہ الوصیت میں فرماتے ہیں کہ:-

"ایک جگہ مجھے دکھائی گئی اور اس کا نام بہشتی مقبرہ رکھا گیا۔ اور ظاہر کیا گیا کہ اُن برگزیدہ جماعت کے لوگوں کی قبریں ہیں جو بہشتی ہیں۔"

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:- "پس اے دوستو جنہوں نے وصیت کی ہوئی ہے سمجھ لو کہ آپ لوگوں میں سے جس نے اپنی اپنی جگہ وصیت کی ہے اُس نے "نظامِ نو" کی بنیاد رکھ دی ہے۔ اس نظامِ نو کی جو اس کی اور اس کے خاندان کی حفاظت کا بنیادی پتھر ہے۔ اور جس نے تحریکِ جدید میں حصہ لیا ہے اگر وہ اپنی ناداری کی وجہ سے حصہ نہیں لے سکا تو وہ اس تحریک کی کامیابی کے لئے مسلسل دعائیں کرتا ہے، اُس نے وصیت کے نظام کو وسیع کرنے کی بنیاد رکھ دی ہے۔ پس اے دوستو! دنیا کا نیا نظام دین کو مٹا کر بنایا جا رہا ہے۔ تم تحریکِ جدید اور وصیت کے ذریعہ سے اس سے بہتر نظام دین کو قائم رکھتے ہوئے تیار کرو۔ مگر جلدی کرو کہ دوڑ میں جو آگے نکل جائے وہی جیتتا ہے۔"

جماعتِ احمدیہ کے ہر فرد کو کوشش کرنی چاہیئے کہ وہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس قائم کردہ بابرکت نظامِ وصیت سے منسلک ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ جملہ افرادِ جماعت کو جو اب تک اس نظام میں کسی وجہ سے شامل نہیں ہو سکے انہیں شامل ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

سیکرٹری بہشتی مقبرہ قادیان

خصوصی درخواستِ دعا

محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ نے حیدر آباد سے محترمہ بیگم صاحبہ کی آنکھ کی تکلیف کے بارہ میں اطلاع دی ہے کہ:- "۱۶ر نومبر کو ڈاکٹر نے معائنہ کر کے آنکھ کے السر کے زخم کو مزید بہتر ہونے کا بتایا ہے۔ اور دوائی کی مقدار کچھ کم کر دی ہے۔ لیکن ابھی تک قادیان واپسی کے لئے کچھ نہیں بتایا۔

بائیں طرف کی اُوپر کی ڈاڑھ میں شدید تکلیف ہو گئی تھی۔ ڈنٹل سرجن نے دیکھ کر پانچ دن کا MYSIN کا کورس دیا ہے۔ اس کے بعد دانت نکالنے وغیرہ کا فیصلہ ہوگا۔

دعا کریں کہ جلدی پوری شفاء ہونے پر ڈاکٹر قادیان جانے کی اجازت دے دے۔"

قارئینِ بدر سے درخواست ہے کہ محترمہ بیگم صاحبہ موصوفہ کی کامل و عاجل شفایابی اور بخیریت جلد قادیان واپسی کے لئے دعائیں جاری رکھیں۔۔ (ادارہ بدر)

منظوری صدر مجلس خدام الاحمدیہ بھارت

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ازراہِ شفقت آئندہ سال ۱۹۹۲ء تا ۱۹۹۳ء کے لئے مکرم چوہدری محمد عارف صاحب کی بطور صدر مجلس خدام الاحمدیہ بھارت منظوری مرحمت فرمادی ہے احبابِ جماعت و قائدین مجالس مطلع رہیں۔ اللہ تعالیٰ موصوف کو بہتر رنگ میں خدمتِ دین کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

ناظرِ اعلیٰ قادیان

روایتی زیورات جدید فیشن کے ساتھ
شریف جیولرز
اقصیٰ روڈ۔ ربوہ۔ پاکستان۔
PHONE :- 04524 - 649.
پروپرائیٹر:- حنیف احمد کامران، حاجی شریف احمد

خالص اور معیاری زیورات کا مرکز!
الرّحیم جیولرز
پتہ:- خورشید کلاتھ مارکیٹ۔ حیدری نارتھ ناظم آباد۔ کراچی۔ فون:- ۶۲۹۴۴۳
پروپرائیٹر:- سید شوکت علی اینڈ سنز

QURESHI ASSOCIATES
MANUFACTURERS - EXPORTERS - IMPORTERS
HIGHLY FASHION LADIES MADE-UP
OF 100% PURE LEATHER, SILK WITH SEQUENCES
AND SOLID BRASS NOVELTIES/GIFT ITEMS ETC.
MAILING ADDRESS } 4378/4B, MURARI LAL LANE ANSARI ROAD, NEW DELHI - 110002 (INDIA)
PHONES:- 011-3263992, 011-3282643.
FAX :- 91-11-3755121. SHEKA NEW DELHI.

بہترین ذکر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ اور بہترین دعا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ہے۔ (ترمذی)
C.K. ALAVI RABWAH WOOD INDUSTRIES,
MAHDI NAGAR, VANIYAMBALAM - 679339 (KERALA)
TIMBER LOGS SAWN SIZE
TEAK POLES & WOODEN FURNITURE.

SUPER INTERNATIONAL
PHONES:- OFFI:- 6378622 RESI:- 6233389
(PLEASE CONTACT FOR IMPORT AND EXPORT GOODS OF ALL KINDS)
PLOT NO. 6. TARUN BHARAT CO-OP. SOCEITY LTD.
OLD CHAKALA, SAHAR ROAD,
(ANDHERI EAST) BOMBAY - 800099.

طالبانِ دعا:-
آٹو ٹریڈرز
AUTO TRADERS
۱۴- مینگو لین کلکتہ- ۷۰۰۰۰۱

ارشادِ نبوی ﷺ
طَلَبُ الْحَلَالِ جِہَادٌ
(حلال رزق طلب کرنا بھی جہاد ہے)
(منجانب)
یکے از اراکین جماعت احمدیہ بمبئی

"ہماری اعلیٰ لذات ہمارے خدا میں ہیں۔"
(کشتی نوح)
Starline
NEW INDIA RUBBER WORKS (P) LTD.
CALCUTTA - 700015.
پیش کرتے ہیں:-
آرام دہ، مضبوط اور دیدہ زیب ربر شیٹ، ہوائی چپل نیز ربر پلاسٹک اور کینوس کے جوتے!

اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ
(پیشکش)
بانی پولیمرز۔ کلکتہ ۔ ۷۰۰۰۴۶
فون نمبرز:-
43-4028-5137-5206
YUBA
QUALITY FOOT WEAR

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ⁂ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

یَأْتِیْکَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ
وَیَأْتُوْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ

ترجمہ:- تجھے دُور دراز علاقوں سے امداد ملے گی اور تیرے پاس لوگ بکثرت آئیں گے۔ (الہام حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

تشنہ بیٹھے ہو کنارِ جوئے شیریں حیف ہے
سرزمینِ ہند میں چلتی ہے نہرِ خوشگوار

ہر طرف آواز دینا ہے ہمارا کام آج
جس کی فطرت نیک ہے آئے گا وہ انجامِ کار

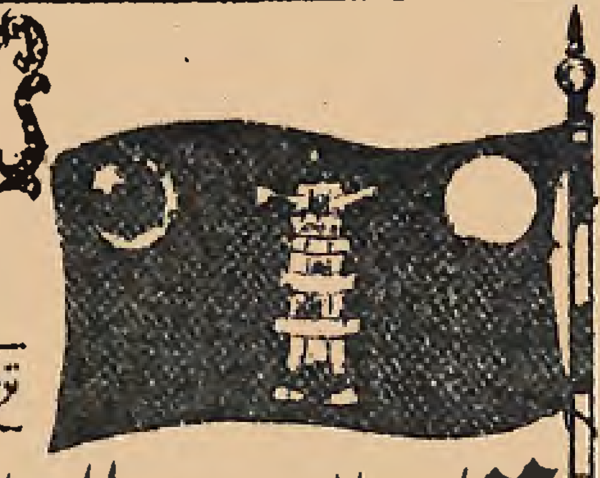

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود
ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد
(الہام حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

قادیان دارالامان میں جماعت احمدیہ کا ۱۰۱واں عظیم الشان

جلسہ سالانہ

اس بابرکت جلسہ کی عظمت واہمیت بیان کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:- "اس جلسہ کو معمولی جلسوں کی طرح خیال نہ کریں۔ یہ وہ امر ہے جس کی خالص تائیدِ حق اور اعلائے کلمۂ اسلام پر بنیاد ہے۔ اس سلسلہ کی بنیادی اینٹ خداتعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے رکھی ہے اور اس کے لئے قومیں تیار کی ہیں جو عنقریب اس میں آملیں گی کیونکہ یہ اس قادر کا فعل ہے جس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں۔"

(اشتہار ۷ دسمبر ۱۸۹۲ء)

بتاریخ ۲۶، ۲۷، ۲۸ فتح ۱۳۷۱ ہش
۲۶، ۲۷، ۲۸ دسمبر ۱۹۹۲ء
بروز:- ہفتہ - اتوار - سوموار

مقامِ اجتماع ← محلہ احمدیہ قادیان ضلع گورداسپور (پنجاب)

تحقیقِ حق اور تعلیمِ اسلام و صداقتِ احمدیت معلوم کرنے کا بہترین موقعہ!

پیشوایانِ مذاہب کی تعظیم اور امن و اتحاد کے قیام کے متعلق تقاریر

حضرت امام جماعت احمدیہ کے رُوح پرور پیغام کے علاوہ ذیل کے رُوحانی اور علمی موضوعات پر جماعت احمدیہ کے علمائے کرام تقاریر فرمائیں گے۔

۱۔ سیرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نظامِ حکومت کے آئینہ میں۔
۲۔ قرآنِ مجید میں مذکور صداقتیں اور جدید سائنسی تحقیقات سے ان کی تصدیق۔
۳۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ احیاءِ اسلام
(بعثت کے وقت مسلمانوں کی اعتقادی و عملی حالت اور حضرت مسیح موعودؑ کا پیدا کردہ روحانی انقلاب)
۴۔ نظامِ خلافت کی برکات (نظامِ خلافت کا تعارف۔ موجودہ دورِ انتشار میں اس کی ضرورت و اہمیت اور برکات)
۵۔ اسلام میں معاشرتی مفاسد کا حل (بزبان انگریزی)
(اخلاقی اور رُوحانی اقدار کے فقدان کے نتیجہ میں مغرب اور مشرق میں پیدا شدہ خرابیوں کا حل)
۶۔ وقفِ زندگی اور ہماری ذمہ داریاں۔
۷۔ جماعتِ احمدیہ پر مخالفین کے اعتراضات کے جوابات۔
۸۔ اسلام میں تمام پیشوایانِ مذاہب کا احترام (بزبان پنجابی)
۹۔ مالی قربانیوں میں جماعت احمدیہ کا مثالی کردار۔
۱۰۔ ازدواجی زندگی کے متعلق اسلامی تعلیمات۔
۱۱۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا عشقِ قرآنِ مجید۔
۱۲۔ سیرت صحابہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔
۱۔ حضرت مصعب بن عمیرؓ۔ ۲۔ حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ۔
۳۔ حضرت خالد بن ولیدؓ۔

نوٹ

(۱)۔ بیرونِ ہند سے بھی زائرین کے تشریف لانے کی توقع ہے۔
(۲)۔ جلسہ کے دوران کسی کو سوال کرنے کی اجازت نہ ہوگی۔ (۳)۔ ہمارا جلسہ خالص رُوحانی اور مذہبی جلسہ ہے۔ اس تقریب کا سیاست سے کوئی تعلق نہیں۔
(۴)۔ مہمانوں کے قیام وطعام کا انتظام صدر انجمن احمدیہ کے ذمہ ہوگا، البتہ موسم کے مطابق بستر ہمراہ لائیں۔ (۵) مردانہ جلسگاہ کا پروگرام زنانہ جلسہ گاہ میں سُنا جائے گا، البتہ درمیانی دن مستورات کا اپنا الگ پروگرام ہوگا۔

الداعی:- ناظر دعوۃ و تبلیغ صدر انجمن احمدیہ قادیان ضلع گورداسپور پنجاب (بھارت)